فیصلہ کی تاریخ:

3 جولائی 93ء

فیصلہ

جسٹس شفیع الرحمٰن

1- ان تمام اپیلوں میں عوامی اہمیت کا یہ قانونی مسئلہ قابل غور ہے کہ آیا قادیانیوں' لاہوری گروپ و احمدی گروپ کی خلاف اسلام سرگرمیوں (ممانعت اور سزا) کا آرڈیننس نمبر 20 مجریہ 1984ء جسے مختصراً امتناع قادیانیت آرڈیننس کہا جاتا ہے' آئین کے دائرہ سے خارج ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو کیا زیر غور پانچوں فوجداری اپیلوں میں دی گئی سزائیں مذکورہ بالا آرڈیننس کی دفعہ 5 کے مطابق ہیں؟

2- سن وار ترتیب کے لحاظ سے غور کیا جائے تو آئینی درخواست نمبر 2591/84 جو دیوانی اپیل نمبر 149/89 کو جب بنی' سب سے پہلے دائر کی گئی تھی۔ یہ اپیل آرڈیننس کے نفاذ کی تاریخ (26 اپریل 84ء) کے صرف ڈیڑھ ماہ بعد یعنی 30-5-84 کو دائر کی گئی' جس میں حسب ذیل دادرسی کی التجا کی گئی تھی۔

1- یہ کہ متنازعہ آرڈیننس خلاف قانون اور اسی تاریخ سے باطل ہے جب اس کا نفاذ عمل میں آیا۔

2- یہ کہ یہ آئین کے عبوری حکم مجریہ 1981ء کے دائرہ اثر سے خارج ہے۔

یہ آئینی درخواست 12-6-84 کو ابتدائی سماعت کے دوران ہی اس بناء پر خارج کر دی گئی کہ آرٹیکل 203 ڈی اس کی راہ میں مانع ہے۔ ایک بین العدالتی اپیل بھی 25-9-84 کو اس میں مذکور وجوہات پر غور کرتے ہوئے ابتدائی سماعت کے دوران خارج کر دی گئی۔ بہر حال 28-2-89 کو سپریم کورٹ میں اپیل دائر کرنے کی اجازت دے دی گئی تا کہ متنازع

آرڈیننس نمبر 20 مجریہ 1984ء کا' بنیادی حقوق (آرٹیکل 19) اظہار خیال کی آزادی آرٹیکل 20 'مذہبی آزادی' آرٹیکل 25 شہریوں کی قانون کی نظر میں برابری کی کسوٹی پر جائزہ لیا جا سکے۔

3-1984ء میں آئینی درخواست نمبر 2309/84 ہائیکورٹ میں دائر کی گئی جو دیوانی اپیل نمبر 150/89 کا موجب بنی جو اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ اس اپیل میں 6-6-84 کو بعض تبدیلیاں کی گئیں۔ اس درخواست میں حسب ذیل درخواست کی گئی تھی۔

(i) متنازعہ آرڈیننس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں۔

(ii) درخواست گزار کو مذہب کی پیروی کرنے' اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا بنیادی حق حاصل ہے۔

(iii) مزید گزارش ہے کہ مسئول الیہ کو ہدایت کی جائے کہ اس درخواست کا حتمی فیصلہ ہونے تک آرڈیننس کے تحت درخواست گزار کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرے۔

یہ درخواست بھی 12-6-84 کو ابتدائی سماعت کے دوران اس بناء پر خارج کر دی گئی کہ آرٹیکل 203 ڈی اس کی سماعت میں مانع ہے۔ بین العدالتی اپیل بھی 25-9-84 کو تمام وجوہات پر بحث کرنے کے بعد اور آرٹیکل 203 ڈی کو قابل تائید قرار دیئے بغیر خارج کر دی گئی۔ جہاں تک بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کا تعلق ہے' اس کے بارے میں اپیل بنچ نے حسب ذیل رائے کا اظہار کیا۔

''اگر 1973ء کا دستور مکمل حالت میں نافذ ہوتا تو درخواست گزار کی دلیل پر غور کیا جا سکتا تھا' لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ جولائی 1977ء سے اب تک تین ماورائے آئین دستاویزات نے اس کی آب و تاب چھین لی ہے اور وہ اس پر سایہ فگن ہو گئی ہیں۔ ان میں سے پہلی دستاویز مارشل لاء کے نفاذ کا صدارتی فرمان ہے' جو 5 جولائی 77ء سے نفاذ پذیر ہوا اور اس کی رو سے آئین کو معطل کر دیا گیا۔ دوسرا چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کا حکم 1 مجریہ 1977ء ہے جو قوانین کے تسلسل کا حکم مجریہ 1977ء بھی کہلاتا ہے۔

اگرچہ اس حکم کی دفعہ 2(i) میں منجملہ دیگر باتوں کے' یہ کہا گیا تھا کہ پاکستان پر جہاں تک ممکن ہو گا' دستور کے مطابق حکومت کی جائے گی لیکن اسی دفعہ کی شق (iii) نے تمام بنیادی حقوق کو معطل کر دیا۔ تیسری دستاویز عبوری دستور کا حکم مجریہ 1981ء ہے جو 24 مارچ 81ء سے نافذ العمل ہوا۔ اس حکم کی دفعہ 2 میں 1973ء کے دستور کے متعدد احکام کو اپنا لیا گیا۔ یہ بات قابل غور ہے کہ اختیار کردہ احکام میں آرٹیکل 20 (مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کرنے کا حق) سمیت کوئی بنیادی حق شامل نہیں ہے۔ اپیل کنندگان کا تمام تر انحصار آرٹیکل 20 پر ہے' جو کہ دیگر

تمام بنیادی حقوق کی طرح سردست قابل نفاذ نہیں ہے۔ لہذا یہ اپیل گزاروں کے اس دعویٰ کے بارے میں خاموش ہے کہ محولہ بالا آرٹیکل آرڈیننس پر حاوی ہے اور صدر کے اختیار کا حصہ ہے۔ پس ہم اپیل کنندگان کے اس موقف کو مسترد کرتے ہیں کہ موجودہ آئینی پوزیشن کے تحت بھی آرڈیننس جاری کرتے وقت صدر پر ان پابندیوں کا اطلاق ہوتا ہے جو بنیادی حقوق میں مذکور ہیں۔''

28-2-89 کو اپیل کی اجازت دے دی گئی جس کے نتیجہ میں دیوانی اپیل نمبر 149 لغایت 1989ء دائر کی گئی۔

4- نذیر احمد تونسوی نے جو کہ (عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا ...... مترجم) ایک سرگرم مبلغ ہے' 17 مارچ 85ء کو 6 بجکر 20 منٹ پر کوئٹہ کے سٹی پولیس سٹیشن میں رپورٹ درج کرائی کہ کسی کے اطلاع دینے پر وہ بازار میں پہنچا تو اس نے محمد حیات کو' جو کہ فوجداری اپیل نمبر 35 کے لغایت 1988ء میں اپیل کنندہ ہے اور عقیدہ کے لحاظ سے قادیانی ہے' کلمہ طیبہ کا بیج لگائے اور خود کو مسلمان ظاہر کرتے دیکھا۔ اس کے خلاف تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298 سی کے تحت مقدمہ درج کرلیا گیا اور ملزم قرار دیتے ہوئے تابرخاست عدالت قید کی سزا اور تین ہزار روپے جرمانہ کیا گیا۔ عدم ادائیگی جرمانہ کی صورت میں اسے تین ماہ قید سادہ کی سزا بھگتنا تھی۔ اس حکم کے خلاف اپیل اور نظر ثانی کی درخواست بھی خارج کردی گئی۔ تاہم 12-9-88 کو سپریم کورٹ میں اپیل دائر کرنے کی اجازت دے دی گئی تاکہ درج ذیل تنقیحات کا جائزہ لیا جاسکے۔

''(1) آیا کسی احمدی کا کلمہ طیبہ پر مشتمل بیج لگانا خود کو مسلمان ''ظاہر کرنے'' کے مترادف ہے اور اسے مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298 سی کے تحت قابل گرفت قرار دیا جاسکتا ہے؟

(2) آیا درخواست گزاروں پر لگایا گیا الزام قانون کے مطابق ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو اس کا اثر کیا ہوگا؟

(3) آیا مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298 سی بنیادی حق 19-20 اور 25 سے متصادم ہے؟''

5- نذیر احمد تونسوی نے ایسی ہی دو اور رپورٹیں مورخہ 27-3-85 کو درج کرائیں۔ ابتدائی رپورٹ نمبر 49 لغایت 85ء میں ظہیر الدین کے خلاف (جو کہ فوجداری اپیل نمبر 31 کے لغایت 1988ء میں مدعی ہے) جو شکایت کی گئی' اس میں کہا گیا ہے کہ ظہیر الدین کے ساتھ ایک بجے بعد دوپہر بازار میں مڈھ بھیڑ ہوئی تو وہ کلمہ طیبہ کا بیج لگائے ہوئے خود

کومسلمان ظاہر کر رہا تھا۔اس کے خلاف زیر دفعہ 298 سی (ت پ) کارروائی کی گئی اور ایک سال قید با مشقت نیز ایک ہزار روپے جرمانہ کی سزا دی گئی۔عدم ادائیگی جرمانہ کی صورت میں اسے ایک مہینے کی قید با مشقت بھگتنا پڑتی۔سزایابی اور قید کے خلاف اس کی اپیل نیز نظر ثانی کی درخواست خارج کر دی گئی۔دوسری ابتدائی رپورٹ نمبر 50 لغایت 85ء ایسے ہی حقائق پر مبنی عبدالرحمن نامی شخص کے خلاف درج کرائی گئی جو کہ فوجداری اپیل نمبر 34 کے لغایت 88ء میں درخواست گزار ہے۔وہ نذیر احمد تونسوی کو 3 بج کر 30 منٹ پر بازار میں ملا تھا۔اسے بھی قصوروار قرار دے کر ایک سال قید با مشقت' ایک ہزار روپیہ عدم ادائیگی کی صورت میں ایک ماہ قید با مشقت کی سزا دی گئی۔اس کی اپیل اور نظر ثانی کی درخواست بھی مسترد کر دی گئی۔ان دونوں مقدموں میں سپریم کورٹ میں اپیل دائر کرنے کی اجازت دے دی گئی جیسا کہ فوجداری اپیل نمبر 35 کے 88ء میں کیا گیا تھا۔

6- مورخہ 85-4-11 کو ایک دکاندار حاجی باز محمد نے رپورٹ درج کرائی (ایف آئی آر نمبر 59/85 سٹی پولیس سٹیشن کوئٹہ) جس میں شکایت کی گئی تھی کہ اس کی دکان پر کلمہ طیبہ کا بیج لگائے ہوئے ایک گاہک آیا۔جس نے اپنا نام مجید بتایا (جو فوجداری اپیل نمبر 33 کے 88ء میں مدعی ہے) اور قادیانی ہونے کا دعویٰ کیا۔اس کے خلاف زیر دفعہ 298 سی تعزیرات پاکستان مقدمہ چلایا گیا اور ایک سال قید با مشقت کے ساتھ ایک ہزار روپیہ جرمانہ (عدم ادائیگی کی صورت میں ایک مہینہ قید با مشقت) کی سزا دی گئی۔اس کی اپیل اور نظر ثانی کی درخواست ناکام ہوگئی۔سپریم کورٹ نے اسے اپیل کی اجازت دی' جس پر فوجداری اپیل نمبر 35 کے لغایت 88ء دائر کی گئی۔

7- مورخہ 85-5-8 کو ایک اور دکاندار محمد عظیم نے سٹی پولیس سٹیشن کوئٹہ میں رپورٹ درج کرائی (ابتدائی رپورٹ نمبر 74/85) اس میں شکایت کی گئی تھی کہ رفیع احمد (فوجداری اپیل نمبر 32 کے 88ء میں اپیل گزار) کلمہ طیبہ کا بیج لگا کر اس کی دکان پر آیا حالانکہ وہ قادیانی تھا۔اسے زیر دفعہ 298 سی تعزیرات پاکستان ایک برس کی قید با مشقت اور ایک ہزار روپیہ (عدم ادائیگی کی صورت میں ایک مہینے کی قید) کی سزا دی گئی۔اپیل اور نظر ثانی کی درخواست نامنظور ہونے پر اس نے سپریم کورٹ میں فوجداری اپیل نمبر 35 کے 88 دائر کی۔

8- 12 اپریل 89ء کو آئینی درخواست (نمبر 2089/89) دائر کی گئی' جس میں حکومت پنجاب کے صادر کردہ مورخہ 89-3-20 کے فیصلہ اور اس پر عملدرآمد کے لیے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ کے حکم 89-3-21 نیز ریذیڈنٹ مجسٹریٹ ربوہ کے حکم مجریہ 89-3-25 کو

جس کی رُو سے تاحکم ثانی اس میں توسیع کی گئی تھی' چیلنج کیا گیا تھا۔ ان فیصلوں اور احکام کے نتیجہ میں ضلع جھنگ کے قادیانیوں کو درج ذیل سرگرمیوں میں ملوث ہونے سے منع کیا گیا تھا۔

''(i) عمارتوں اور احاطوں پر چراغاں

(ii) آرائشی دروازوں کی تعمیر و تنصیب

(iii) جلوس اور جلسوں کا انعقاد

(iv) لاؤڈ سپیکر یا میگا فون کا استعمال

(v) نعرہ بازی

(vi) بیجوں' جھنڈیوں اور بینروں وغیرہ کی نمائش

(vii) پمفلٹوں کی تقسیم' دیواروں پر پوسٹر چسپاں کرنا اور اشتہارات لکھنا

(viii) مٹھائیاں تقسیم کرنا اور کھانا کھلانا وغیرہ

(ix) کوئی دیگر سرگرمی جو براہ راست یا بالواسطہ طور پر مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل یا مجروح کرنے کا موجب بنے۔''

ہائیکورٹ نے ایک جامع فیصلہ کے ذریعے اس پٹیشن کو خارج کر دیا۔ بعدازاں سپریم کورٹ میں دیوانی اپیل نمبر 412/92 دائر کی گئی۔

قادیانیوں کے خلاف مقدمات:

9- پانچوں اپیلوں (نمبر 31 کے تا 35 کے) میں اپیل گزاران کے فاضل وکیل مسٹر فخر الدین جی ابراہیم' سینئر ایڈووکیٹ نے 1984ء کے امتناع قادیانیت آرڈیننس نمبر 20 کی آئینی حیثیت کو زیادہ نشانہ تنقید بنایا ہے۔ ان کے نزدیک یہ آرڈیننس غیر معقول حد تک نامنصفانہ' قابل نفرت انداز میں مبہم و بے معنی' انصاف کی راہ سے بھٹکا ہوا' امتیاز برتنے والا' متعصب ذہن کی پیداوار' بدنیتی پر مبنی اور سراسر غیر آئینی ہے' جس سے دستور کے آرٹیکل 19 '20 اور 25 کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ فاضل وکیل کے مطابق دستور میں دوسری ترمیم کی رو سے قادیانیوں اور احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے۔ آرٹیکل 260 کی شق (3) کے تحت قادیانیوں اور احمدیوں کو غیر مسلموں سے ممیّز کرتے ہوئے ان کے مذہبی معمولات' تقاریر اور عقائد پر امتناعی پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ 1992ء تک اس خاص اقلیت کے خلاف 1790 فوجداری مقدمات قائم ہوئے۔ 84 مقدمات (صدارتی آرڈیننس کی خلاف ورزی .... مترجم) پنج وقتہ نماز کی ادائیگی کے سلسلہ میں 691 مقدمات' کلمہ طیبہ کے استعمال پر' 36 مقدمات اذان دینے کی بابت'

251 قادیانیت کی تبلیغ کے بارے میں' 676 خود کو مسلمان ظاہر کرنے کے خلاف اور 52 عربی جملے السلام علیکم' نصر من اللہ اور میلا دالنبی وغیرہ کے استعمال کے حوالہ سے درج ہو چکے ہیں جو کہ ان کے اظہار خیال کی آزادی اور مذہب کی پیروی نیز اس پر عمل کرنے کے حق پر سنگین حملہ کے مترادف ہیں' اس سے ان کے ساتھ روا رکھا گیا امتیازی سلوک ظاہر ہوتا ہے۔ وہ معمولات جن کی ادائیگی پر ان کے خلاف مقدمے درج کیے گئے ہیں' از رُوئے آئین اقلیت کے مذہبی معمولات قرار دیئے جا چکے ہیں۔ جیسا کہ عبدالرحمٰن مبشر' 3 دیگران بنام سید امیر علی شاہ بخاری و 4 دیگران (پی ایل ڈی 1978 لاہور 113)' مجیب الرحمٰن' 3 دیگران بنام وفاقی حکومت پاکستان' دیگر (پی ایل ڈی 1985' ایف ایس سی 8) (دیکھئے صفحہ 89' 93) مزید برآں نفاذ شریعت ایکٹ 1991ء بھی غیر مسلموں کو اپنے مذہب پر عمل کا حق دیتا ہے۔ انہوں نے ہماری توجہ دستور کے آرٹیکل 233 کی طرف مبذول کراتے ہوئے زور دے کر یہ بات کہی کہ آرٹیکل 20 دستور کی ان دفعات میں سے ہے' جنہیں ہنگامی حالت کے دوران بھی معطل نہیں کیا جا سکتا۔ اس سوال پر کہ مذہب سے کیا مراد ہے؟ فاضل وکیل نے درج ذیل مقدمات کا حوالہ دیا:

1- **The Commissioner, Hindu Religious Endowments Madras vs. Sri Lakshmindra Thirtha Swamiar of Sri Shirur Mutt (AIR 1954 S.C. 282)**

2- **Ratilal Panachad Gandhi and others vs. State of Bombay and Others (AIR. 1954 S.C. 388)**

3- **Ramanasramam by its Secretary G. Sambasiva Rao and others vs. The Commissioner for Hindu Religious and Charitiable Endowments Madras (AIR. 1961 Madras. 265)**

انہوں نے شریف الدین پیرزادہ کی تصنیف **Fundamental Rights & Consitutional Remedies In Pakistan." (Page 319)** کا بھی حوالہ دیا جس کا تعلق دستور کے سابقہ آرٹیکل 10 (مذہب کی پیروی اور مذہبی اداروں کے انتظام کے حق) سے

ہے۔ نیز آرٹیکل 20 کے بارے میں جسٹس تنزیل الرحمٰن کے موقف کا بھی ذکر کیا جو "Constitution & the Freedom of Religion" کے زیرعنوان "پی ایل ڈی 1989ء جرنل 17 میں شائع ہو چکا ہے۔ انہوں نے ہماری توجہ اے کے بروہی کی کتاب
"Fundamental Law of Pakistan". (P.317)
اور جسٹس ڈاکٹر نسیم حسن شاہ کے مضمون
"Quaid-e-Azam`s Contribution to the Cause of Human Rights
(PLD. 1977, Journal 13, Paras 617)
کی طرف بھی مبذول کرائی' جن میں دستور کے آرٹیکل 20 کے دائرہ میں آنے والے بنیادی حقوق سے بحث کی گئی ہے۔

فاضل وکیل نے ان محدود معانی کی وضاحت بھی کی جو آرٹیکل 20 میں استعمال کی گئی ترکیب "Subject to Law" (قانون کے تابع رہتے ہوئے) کو سپریم کورٹ نے درج ذیل مقدمات میں پہنائے ہیں۔

1- جیندر اکشوراچاریہ چودھری و58 دیگران بنام صوبہ مشرقی پاکستان اور سیکرٹری محکمہ فنانس وریونیو' حکومت مشرقی پاکستان (پی ایل ڈی 1957 ایس سی 9 'ص 41)

2- میسرز ایسٹ اینڈ ویسٹ سٹیم شپ کمپنی بنام پاکستان (پی ایل ڈی 1958 ایس سی 41)

3- سرفراز حسین بخاری بنام ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ قصور و دیگران (پی ایل ڈی 1983 ایس سی 172)

قانونی ابہام اور مخصوص معانی جو ترکیب "خود کو مسلمان ظاہر کرنا" کو پہنائے جا سکتے ہیں' کے سوال پر فاضل وکیل نے کرافورڈ کی تالیف
"Statutory Construction-Interpretation of Statutes"(P.339)
نیز حاجی غلام ضامن و دیگر بنام اے بی خوندکر و دیگران (پی ایل ڈی 1965 ڈھاکہ 156 ص 180) کے اے عباس بنام یونین آف انڈیا و دیگر (اے آئی آر 1971 ایس سی 481 ص 497) اور سٹیٹ آف مدھیہ پردیش و دیگر بنام بلدیو پرشاد (اے آئی آر 1961 ایس سی 293) کا حوالہ بھی دیا۔

آخر میں فاضل وکیل نے اس مواد کا حوالہ دیا جو اس قانون کے بارے میں بین الاقوامی برادری نے رپورٹوں کی صورت میں قائم کی ہے اور ماہرین قانون کی بین الاقوامی کمیٹی نے ایسی رپورٹیں 1987ء میں جبکہ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے 1991ء میں پیش کی تھیں۔

اپیلانٹ کا موقف:

10- فوجداری اپیلوں میں اپیل کنندگان کے فاضل وکیل مسٹر مجیب الرحمٰن نے 1984ء کے زیر بحث آرڈیننس کی دفعات کی تعبیر وتشریح اس غرض سے کی ہے کہ ان فوجداری مقدمات کو جو کلمہ طیبہ کے بیج پہننے پر درج کیے گئے تھے' اس آرڈیننس کے دائرہ اثر سے خارج کیا جائے۔ ان کا استدلال یہ تھا کہ یہ قانون لاہور ہائیکورٹ کے فیصلہ کے پس منظر میں نافذ کیا گیا جو اس نے عبدالرحمٰن مبشر کے مقدمہ (پی ایل ڈی 1978 لاہور 113) میں سنایا تھا۔ کلمہ طیبہ پڑھنے یا اس غرض سے کلمہ طیبہ والا بیج لگانے کو قادیانیوں کے جائز معمولات میں سے ایک سمجھا گیا اور اسے زیر بحث قانون میں واضح طور پر خارج نہیں کیا گیا۔ انہوں نے اس اصول کا سہارا لیا کہ بعض فوجداری قوانین میں بعض معمولات کو جرم قرار دینے کی غرض سے ان کا صریح ذکر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دیگر تمام معمولات اس سے خارج ہیں' جن کا صراحت کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا۔ اس اصول کی تائید میں انہوں نے "Maxwell on the Interpretation of Statutes" by P.St. J.Langan (بارھواں ایڈیشن صفحہ 293)

کرافورڈز کی کتاب "Statutory Construction" (صفحہ 334) کا حوالہ دیا۔ دوسرا اصول جس پر انہوں نے انحصار کیا' یہ ہے کہ یہ آرڈیننس ایک تعزیری قانون ہے اس لیے اس کی تعبیر احتیاط سے کرنی چاہیے اور اسے دیگر قوانین پر سبقت نہیں دینی چاہیے۔ اس غرض کے لیے انہوں نے رحمت اسلم بنام دی کراؤن (پی ایل ڈی 1952 لاہور 578) مظہر علی خاں' پرنٹر و پبلشر روزنامہ ''امروز'' بنام گورنر پنجاب (پی ایل ڈی 1954 لاہور 14) خضر حیات و 5 دیگران بنام کمشنر سرگودھا ڈویژن اور ڈپٹی کمشنر سرگودھا (پی ایل ڈی 1965 لاہور 349) قاسو و 2 دیگران بنام سرکار (پی ایل ڈی 1969 لاہور 48) میسرز ہرجینا اینڈ کمپنی (پاکستان) لمیٹڈ' کراچی بنام کمشنر سیلز ٹیکس سنٹرل' کراچی (1971 ایس سی ایم آر 128) اور محمد علی بنام سٹیٹ بنک آف پاکستان' کراچی و دیگر (1973 ایس سی ایم آر 140) پر انحصار کیا۔

فاضل وکیل مسٹر مجیب الرحمٰن نے یہ دلیل بھی پیش کی کہ لفظ "Oath" (حلف) کو اس کے سیاق وسباق میں لینا چاہیے اور یہ اصول پیش نظر رکھنا چاہیے کہ کسی لفظ کے معنی اس کے ساتھ آنے والے الفاظ کی مدد سے معلوم کیے جاتے ہیں۔ اس وسعت کو کوئی ایسی چیز شامل کر کے جس کا ذکر اس میں موجود نہ ہو' پھیلایا نہیں جا سکتا۔ انہوں نے اس کی تشریح کی اور Ejusdem Generis کے اصول (جس سے مراد یہ ہے کہ قوانین کی تشریح کرتے وقت

یہاں افراد یا اشیاء کی گنتی میں عام الفاظ آتے ہوں تو خصوصی الفاظ کے ذریعے ان عام الفاظ کا وسیع تر مفہوم مراد نہ لیا جائے) کا اطلاق کر کے قانون کے دائرہ عمل کو اس چیز تک محدود کر دیا ہے جس کا ذکر صراحت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ لفظ "Or" کے بعد جو کچھ مذکور ہے' وہ گنتی کرنے والا' وضاحت کرنے والا' صراحت کنندہ اور جامع ہے۔ ان کے استدلال کی رو سے اس واجباتی پوزیشن کو تسلیم کرنے کے باوجود کہ وہ قادیانی تھے اور کلمہ طیبہ کے بیج لگائے ہوئے تھے' کسی جرم کے مرتکب نہیں ہوئے۔

11- دیوانی اپیل نمبر 412/92 میں اپیل کنندگان کی پیروی کرتے ہوئے مسٹر عزیز احمد باجوہ نے اپنے کیس کی تائید میں دلائل کو عبوری آئین کے حکم مجریہ 1981ء کی دفعات تک محدود رکھا تاکہ مس بے نظیر بھٹو بنام وفاق پاکستان و دیگر (پی ایل ڈی 1988 ایس سی 416) کے حوالہ سے یہ ثابت کر سکیں کہ 1984 کے آرڈیننس کے اثرات کو چیلنج کرنے کے لیے بنیادی حقوق کا سہارا نہیں لیا جا سکتا کیونکہ یہ دستور کے آرٹیکل 20 کے خلاف نہیں ہوئے' جسے عارضی طور پر معطل کر دیا گیا تھا۔ سپریم کورٹ نے مس عاصمہ جیلانی بنام حکومت پنجاب و دیگر (پی ایل ڈی 1972 ایس سی 139) میں چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کا محدود حق تسلیم کرتے ہوئے اسے ایسا قانون بنانے کی اجازت نہیں دی تھی۔ اس کے علاوہ یہ دستور کے آرٹیکل 227 کی کلاز (3) کے تحت قادیانیوں کے احوال شخصیہ کے خلاف ہے' فاضل وکیل کے مطابق متنازعہ آرڈیننس عداوت و کینہ پر مبنی ہونے کے باعث پاکستان معرفت سیکرٹری کیبنٹ ڈویژن' اسلام آباد و دیگران بنام نواب زادہ محمد عمر خاں (مرحوم) جن کی نمائندگی خواجہ محمد خاں آف ہوتی و دیگر نے کی (ایس سی ایم آر 1992 صفحہ 2450) میں عدالت ہذا کے صادر کردہ فیصلہ کے پیش نظر بھی درست قانون نہیں ہے۔

12- وفاقی حکومت کی نمائندگی کرتے ہوئے سید ریاض الحسن گیلانی نے ایک ابتدائی اعتراض کیا' جس کی بنیاد فیڈرل شریعت کورٹ اور عدالت ہذا کے شریعت اپیلٹ بنچ کے صادر کردہ فیصلوں یعنی مجیب الرحمٰن و 3 دیگران بنام وفاقی حکومت پاکستان و دیگر (پی ایل ڈی 1985 ایف ایس سی 8) اور کیپٹن (ریٹائرڈ) عبدالواجد و 4 دیگران بنام وفاقی حکومت پاکستان (پی ایل ڈی 1988 ایس سی 167) پر تھی۔ ان کے نزدیک متنازعہ آرڈیننس کو اس بناء پر براہ راست وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا گیا تھا کہ یہ اسلامی احکام سے متصادم اور بنیادی حقوق کے منافی ہے۔ شرعی عدالت نے اس موقف کو رد کر دیا البتہ سپریم کورٹ کے اپیلٹ بنچ نے اپیل کو واپس لینے کی اجازت دیتے ہوئے قرار دیا کہ وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ برقرار رہے گا۔ سپریم کورٹ

نے مسماۃ عزیز بیگم و دیگران بنام وفاق پاکستان و دیگران (پی ایل ڈی 1990 ایس سی 899) نامی مقدمہ میں جو فیصلہ سنایا' اس کے پیش نظر شریعت اپیلٹ بنچ کا فیصلہ برقرار ہے اور سپریم کورٹ اس کا از سر نو جائزہ یا اس پر نظر ثانی نہیں کر سکتی۔ اپیل کنندگان کے لیے واحد راستہ یہ رہ گیا تھا کہ شریعت بنچ جس سوال کا فیصلہ کر چکا تھا اسے از سر نو اٹھانے کی بجائے اس پر نظر ثانی کی درخواست کرے۔

وفاقی حکومت کے فاضل وکیل نے ہماری توجہ سید عبدالواحد کی ایڈٹ کردہ کتاب "Thoughts and Reflections of Iqbal" کی طرف مبذول کرائی تا کہ یہ حقیقت اُجاگر کر سکیں کہ توحید اور ختم نبوت اسلام کے دو بنیادی عقیدے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار اس بات کو جائز ٹھہراتا ہے کہ نفی کرنے والے کو اسلامی برادری سے خارج کر دیا جائے۔ اس چیز نے دستور کے آرٹیکل 260 کی کلاز (3) میں اتفاق رائے سے ہونے والی ترمیم کو جواز فراہم کر دیا۔ اسی اصول پر 1984ء کے متنازعہ آرڈیننس کے ذریعے حفاظتی اقدامات آئینی ترمیم کا قانونی نتیجہ سمجھا جاتا ہے۔ اگر وہ ترمیم باقی ہے تو اس کے نتیجہ میں کیے جانے والے جملہ اقدامات بھی بشمول زیر بحث آرڈیننس کی دفعات قائم و برقرار رہیں گے۔

بحث جاری رکھتے ہوئے فاضل وکیل نے کہا کہ دستور کے آرٹیکل 20 میں استعمال کردہ ترکیب ''قانون کے تابع رہتے ہوئے'' کا اطلاق اسلامی احکام پر لازماً ہوتا ہے۔ اس آرٹیکل میں درج بنیادی حقوق کی نگرانی اور ان کا احاطہ اسلامی احکام سے کیا جائے گا۔ مذہب کے ان پہلوؤں کی بابت احکام کا دستور کے آرٹیکل 260(3) میں صراحتاً ذکر کیا گیا ہے اور انہیں مذکورہ آرٹیکل میں شامل کر لیا گیا ہے۔ اپیل کنندگان جس حق کا مطالبہ کر رہے ہیں' اسے اعلانیہ استعمال کرنے کی کسی کو اجازت نہیں دی جا سکتی' کیونکہ ایسا کرنا اسلامی عقیدہ کے لیے ضرر رساں اور تباہ کن ہوتا۔ مزید برآں آرٹیکل 20 میں جس چیز کی ضمانت دی گئی' وہ آدمی کے اپنے مذہب کی تبلیغ و تشہیر ہے' کسی دوسرے کے مذہب کی تباہی اور اتلاف کی اجازت نہیں۔ اپیل کنندگان اپنے معمولات کے ذریعے' جن پر وہ اب بھی عمل پیرا ہیں اور ایسا کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں' پاکستان میں بسنے والے دوسروں لوگوں کے مذہب کو خراب کر رہے ہیں اور اسے نقصان پہنچا رہے ہیں' حقیقتاً یہ لوگ اپنے مذہب کی پیروی نہیں کرتے۔ فاضل وکیل کے نزدیک آرٹیکل 31 کے تحت حکومت کا فرض ہے کہ دیگر تمام نظریات کے مقابلہ میں اسلامی نظریہ کے تحفظ اور استحکام کا اہتمام کرے۔

انہوں نے مزید دلیل پیش کی کہ مذہب کے معاملہ میں نظریات کے ٹکراؤ کو روکنے کے لیے ریاستی قوت کو استعمال کیا جا سکتا ہے اور ریاست ایسے لوگوں کو باز رکھنے کے لیے طاقت سے

کام لے سکتی ہے جو اس معاملہ میں ناجائز مداخلت کریں۔ ان معمولات کے بعض حصوں پر' جن سے امن وامان کا مسئلہ پیدا ہونے کا خدشہ ہو' پابندی لگا سکتی ہے۔

وفاقی حکومت کے فاضل وکیل نے آخر میں واضح کیا کہ متنازعہ آرڈیننس سے جو کچھ منشاء ہے' وہ اسلامی احکام کے عین مطابق ہے۔ یہ آرڈیننس رسول اکرم ﷺ کی رسالت کے متعلق عقیدہ کا اثبات کرتا اور اسے تقویت پہنچاتا ہے۔ یہ نمازوں اور مسجدوں کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ الحاد یا مذہب سے انحراف کی روک تھام کرتا ہے' اوران لوگوں کے مذہبی جذبات کو مجروح ہونے سے بچاتا ہے جو اکثریت میں ہیں۔ یہ سب ایسے قابل تحسین مقاصد ہیں جو اسلامی احکام کی رو سے مسلّم ہیں اور اسلامی ریاست کے آئینی احکام میں انہیں جائز ٹھہرایا گیا ہے۔ اس پس منظر میں آئینی لحاظ سے نیز امن عامہ اور اخلاقی نقطۂ نظر سے متنازعہ آرڈیننس کے احکام اپیل کنندگان کے حقوق کے خلاف نہیں ہیں۔ انہوں نے مذکورہ آرڈیننس کے نمایاں خدوخال اور آرٹیکل 20 پر بھی روشنی ڈالی تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ افراد کی طرف سے مذہبی رسوم کی تعمیل اور مذہبی اداروں کا تحفظ دونوں آرٹیکل 20 کے دائرہ اثر میں آتے ہیں۔ متنازعہ آرڈیننس نے اس تحفظ کو بعض تصریحات' بیانات اور ترتیب وار شمار کر کے واضح کر دیا ہے۔ اس کی صراحت کی ہے اور اسے یقینی بنایا ہے۔

13- تحفظ ختم نبوت کی نمائندگی کرتے ہوئے مسٹر اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ نے دلیل پیش کی کہ دستور کے آرٹیکل 260(3) کی رُو سے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا ہے اور ان کی طرف سے خود کو مسلمان ظاہر کرنے کی ہر کوشش آئین کے خلاف ہے۔ اور یہی وہ عملی فریب کاری یا تلبیس ہے' جس کا تدارک کرنے کی غرض سے 1984ء کا مذکورہ بالا آرڈیننس نافذ کیا گیا۔ آرٹیکل 20 مذہب کی پیروی کا مطلق اور لامحدود حق نہیں دیتا' بلکہ حق کا یہ استعمال دوسرے احکام اور اخلاقِ عامہ کے تقاضوں کے تابع ہونا چاہیے۔ اس پس منظر میں دیکھا جائے تو متنازعہ آرڈیننس اس چیز کو آگے بڑھاتا ہے جس کا اہتمام دستور کے آرٹیکل 260 کی شق (3) میں کیا گیا ہے اور اکثریت نیز اعلان کردہ اقلیت دونوں کے مذہب کو تسلیم اور ان کا تحفظ کرتا ہے۔ اس سیاق وسباق میں مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 144 کے تحت کی گئی کارروائی درست اور قانون کے مطابق تھی۔ علاوہ ازیں زیر دفعہ 144 ت پ جاری کردہ حکم' ایک ہفتہ سے بھی کم عرصہ کی مدت کے لیے تھا اور اس پر انحصار کر کے کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

14- زیر غور آئینی درخواستوں کو ترتیب زمانی کے لحاظ سے دیکھا جائے تو واضح تاثر ملتا ہے کہ بجز درخواست نمبر 2089/89 (ہمارے زیر غور موجود دیوانی اپیل 412/92) دیگر تمام

مقدمات میں جن کا تعلق 1984ء اور اوائل 85ء میں رونما ہونے والے واقعات سے ہے' اس وقت کسی کارروائی کو چیلنج کرنے کے لیے بنیادی حقوق کا سہارا نہیں لیا جا سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سب سے پہلے مقدمہ (دیوانی اپیل نمبر 149/89) میں متنازعہ آرڈیننس کو چیلنج کرنے کے لیے عبوری دستور کے حکم مجریہ 1981ء کا سہارا لیا گیا۔ بہر حال فوجداری مقدمات میں سزائیں جولائی 86ء میں دی جا چکی تھیں' اس وقت بنیادی حقوق پورے طور پر نافذ ہو چکے تھے اور اس امر کے باوجود کہ واقعات کا تعلق ایسے دور سے تھا' جب بنیادی حقوق نافذ نہیں تھے' ان سے مدد لی جا سکتی تھی۔ بہر صورت ان معاملات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے اور انہیں ان احکام کی کسوٹی پر پرکھنا ضروری ہے جو بحال شدہ دستور میں شامل ہیں' نیز ان بنیادی حقوق سے مدد لینی چاہیے جو آئین میں درج ہیں۔

15- جہاں تک دیوانی اپیل نمبر 412/92 کا تعلق ہے (جو آئینی درخواست نمبر 2089/89 کے نتیجہ میں دائر کی گئی) یہ بڑی حد تک ایک عبوری معاملہ یعنی مورخہ 21-3-89 کو زیر دفعہ 144 ت پ صادر کردہ حکم کے بارے میں ہے جسے مورخہ 25-3-89 تک موثر رہنا تھا۔ اس کے علاوہ ریذیڈنٹ مجسٹریٹ کے حکم مجریہ 25-3-89 کو چیلنج کیا گیا ہے' جس کے تحت اسسٹنٹ کمشنر چنیوٹ کی ہدایت پر 21-3-89 کے حکم میں تا حکم ثانی توسیع کی گئی تھی۔ ان دونوں احکام اور انہیں چیلنج کرنے کا ذکر مرزا خورشید احمد و دیگر بنام حکومت پنجاب و دیگر (پی ایل ڈی 1992 لاہور 1) میں موجود ہے۔ مورخہ 21-3-89 کو جاری کیے گئے حکم کو زیر غور لانے کے بعد اس کے جواز کو بحال رکھا گیا۔ جہاں تک ریذیڈنٹ مجسٹریٹ کے حکم کا تعلق ہے' اسے اس توجہ کا مستحق نہیں گردانا گیا' جو از روئے قانون اس پر دی جانی چاہیے تھی۔ اسسٹنٹ کمشنر' ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ' ریذیڈنٹ مجسٹریٹ یا ہوم ڈیپارٹمنٹ حکومت پنجاب کو زیر دفعہ 144 ت پ صادر شدہ حکم میں تا حکم ثانی توسیع کرنے کا کوئی اختیار نہیں تھا۔ حکم کا وہ حصہ جسے ریذیڈنٹ مجسٹریٹ نے اسسٹنٹ کمشنر کے ایک حکم کا حوالہ دے کر قلمبند کیا تھا' اس لائق تھا کہ اسے قانونی اختیار کے بغیر اور از روئے قانون غیر موثر قرار دے دیا جاتا۔ سماعت کے دوران پیش ہونے والے وکلا میں سے کسی ایک حتیٰ کہ ایڈووکیٹ جنرل نے بھی اس حکم کا دفاع نہیں کیا' اس لیے زیر نظر اپیل (دیوانی اپیل 412/92) اس حد تک منظور کی جاتی ہے اور اخراجات کے بارے میں کوئی حکم نہیں دیا جا رہا۔

16- اب ان آئینی دفعات کو لیتے ہیں جو زیر غور موضوع سے متعلقہ ہیں۔ دستور کے آرٹیکل 260 کی شق (3) خاص اہمیت کی حامل ہے' وہ پوری کی پوری ذیل میں نقل کی جاتی ہے:

''260-تعریفات'':

(1) ....

(2) ....

(3) دستور اور تمام وضع شدہ قوانین نیز دیگر قانونی دستاویزات میں تاوقتیکہ موضوع یا سیاق وسباق میں کوئی امر اس کے منافی نہ ہو'

(الف) ''مسلم'' سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو اللہ تعالیٰ قادر مطلق کی توحید اور وحدت نیز رسول اکرم ﷺ کی قطعی اور غیر مشروط ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہو' اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کی حیثیت میں کسی ایسے شخص پر ایمان نہ رکھتا ہو نہ اسے مانتا ہو' جس نے حضرت محمد (ﷺ) کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا جو نبی ہونے کا مدعی ہو' اور

(ب) ''غیر مسلم'' سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو مسلم نہ ہو' اور اس میں عیسائی' ہندو' سکھ' بدھ یا پارسی فرقہ سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص' قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کا کوئی فرد' جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتا ہو یا کوئی بہائی اور شیڈولڈ ذاتوں میں سے کسی ذات سے تعلق رکھنے والا شخص شامل ہے۔''

آرٹیکل 20 بھی جو کہ بنیادی حقوق کا ایک جزو اور خصوصی توجہ کا مستحق ہے' ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

''20۔ مذہب کی پیروی اور مذہبی اداروں کے انتظام کی آزادی'':

قانون' امن عامہ اور اخلاق کے تابع رہتے ہوئے۔

(الف) ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے' اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق ہوگا اور

(ب) ہر مذہبی گروہ اور اس کے ہر فرقے کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے' برقرار رکھنے اور ان کا انتظام کرنے کا حق ہوگا۔''

آرٹیکل 19 اور 25' جن کا حوالہ آرٹیکل 20 میں شامل بنیادی حق کے مفہوم اور اثر کو تقویت پہنچانے کے لیے دیا گیا ہے۔ اظہارِ خیال کی آزادی وغیرہ (آرٹیکل 19) اور قانون کی نظر میں شہریوں کی مساوات (آرٹیکل 25) سے تعلق رکھتے ہیں۔

17- دستور کے آرٹیکل 2-اے کی بنیاد پر جسے دستور کا مستقل جزو بنا دیا گیا ہے' یہ

دلیل دی گئی کہ دستور کی دیگر تمام دفعات کو اس طرح پڑھنا' ان کی تعبیر وتوضیح کرنا اور اطلاق کرنا چاہیے۔ گویا وہ ضمنی طور پر اسلامی احکام کے تابع ہیں اور اسلامی احکام انہیں کنٹرول کرتے ہیں' حتیٰ کہ بنیادی حقوق کی بھی' جن کا ان اپیلوں میں سہارا لیا گیا ہے اور دوسرے جو زیر بحث نہیں ہیں' تعبیر وتوضیح اس طرح کرنی چاہیے' جیسے وہ اسلامی احکام کے تابع ہیں۔ مزید یہ دلیل دی گئی کہ مجیب الرحمٰن و 3 دیگر بنام وفاقی حکومت پاکستان و دیگر (پی ایل ڈی 1985 ایف ایس سی 8) نامی مقدمہ میں وفاقی شرعی عدالت قرار دے چکی ہے کہ اسلامی احکام ان معمولات کی واضح طور پر ممانعت کرتے ہیں' جنہیں مبینہ طور پر اپیل گزاران مذہبی رسم یا معمول کے طور پر مناتے ہیں یا ادا کرتے ہیں۔ اس دلیل سے دعویداروں کے بقول یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ متنازعہ فیہ قانون نہ تو کسی آئینی حکم کے منافی ہے نہ ہی ان بنیادی حقوق کے خلاف ہے' جن پر ان مقدمات میں انحصار کیا گیا ہے۔

18- آرٹیکل 2۔اے کے نفاذ پر اور آئین کا مستقل جز وقرار دینے کا جو نتیجہ نکلا' اس پر حاکم خاں و تین دیگران بنام حکومت پاکستان معرفت سیکرٹری داخلہ و دیگران (پی ایل ڈی 1992 ایس سی 595) نامی مقدمہ میں بڑی تفصیل سے بحث ہو چکی ہے۔ دستور کی دیگر دفعات پر اس کے اثر اور کنٹرول ونگرانی کرنے والی دفعہ کے طور پر اس کی حیثیت کا جائزہ لیتے ہوئے ڈاکٹر نسیم حسن شاہ (اس وقت چیف جسٹس) نے کہا تھا:

''تعبیر کے اس اصول نے بظاہر ہائیکورٹ کے فیصلہ میں پائے جانے والے اس نقطۂ نظر کو قطعاً متاثر نہیں کیا کہ آرٹیکل 2۔اے دستور سے بالاتر ہے۔ اگر آرٹیکل اس صحیح مقام ومرتبہ کا حامل ہوتا تو اوپر نقل کردہ شق تقاضا کرتی کہ ایک بالکل نیا دستور مرتب کیا جائے اور اگر آرٹیکل 2۔اے کا واقعی یہ مفہوم ہوتا کہ آئین میں شامل ہونے کے بعد وہ دستور کی دیگر دفعات کے تابع ہو جائے گی تو موجودہ دستور کے اکثر آرٹیکل اس بناء پر قابل چیلنج ٹھہرتے کہ وہ قرارداد مقاصد کے مندرجات سے مطابقت نہیں رکھتے۔

پس 1973ء کے دستور کو زیادہ کارآمد بنانے کی بجائے آرٹیکل 2۔اے کی ایسی تعبیر کرنا کہ دستور کی جملہ دفعات کے تابع ہے' اس کی جڑ کاٹنے کے مترادف ہے جو انجام کار اس کی تباہی کی راہ ہموار کرے گی یا کم از کم اسے موجودہ شکل میں برقرار رکھنے کا سبب بنے گی۔ میری ناچیز رائے کے مطابق قرارداد مقاصد کا کردار آرٹیکل 2۔اے کو آئین کا مستقل حصہ بنانے کے باوجود بنیادی طور پر اس کردار میں نہیں ڈھالا گیا جو ابتداء میں اس کے لیے رکھا گیا تھا یعنی یہ کہ اسے وہ دستور وضع کرنے والوں کے لیے مشعل راہ کا کام دے گی اور دستور کی ایسی دفعات وضع

کرنے میں اُن کی راہنمائی کرے گی جو دستور میں درج تصورات اور مقاصد کی مظہر ہوں۔ بدلے ہوئے سیاق وسباق میں اس سے عملاً یہی مفہوم نکلتا ہے کہ دستور کی متنازعہ دفعات میں اسی طریقہ سے ترمیم کرکے اس کی تصحیح کی جائے گی جیسا کہ خود دستور میں ترمیم کا طریق کار درج ہے۔''

جہاں تک جسٹس شفیع الرحمٰن کا تعلق ہے انہوں نے اس بارے میں ذیل کی رائے ظاہر کی تھی:

''آرٹیکل 2۔اے کے احکام کا ہرگز منشاء نہیں تھا کہ وہ کسی مرحلے پر نافذ بالذات (جسے نافذ کرنے کے لیے کسی قانون سازی کی ضرورت نہ ہو) ہوں گے یا انہیں مخالفت یا مخالف کے ٹیسٹ کے لیے استعمال کیا جائے گا۔ یہ چیز عدالت کے دائرہ اختیار سے باہر تھی کہ دستور کی کسی دوسری دفعہ کو کالعدم قرار دینے کے لیے آرٹیکل 2۔اے کا سہارا لے کر مخالفت وتضاد کے ٹیسٹ کا اطلاق کرتی۔''

19-ایک اور ابتدائی قانونی دلیل جو اپیل کنندگان نے دعویٰ کی مخالفت میں پیش کی' یہ تھی کہ بنیادی حق 20 قانون کے تابع رہتے ہوئے بجائے خود حاصل ہو جاتا ہے اور 1984ء کا آرڈیننس آرٹیکل 20 کی اغراض کے لیے قانون ہونے کی شرائط پوری کرتا ہے (متعلقہ قانون ہے) اس لیے اس کی متنازعہ فیہ دفعات آرٹیکل 2۔اے احکام کے ساتھ بظاہر بڑے اختلاف کے باوجود موثر ہیں۔اس دلیل یا اسی طرح کی دلیل پر سپریم کورٹ نے بہت پہلے یعنی جنوری 1956ء میں جیند راکشورا چاریہ چودھری و58دیگران بنام صوبہ مشرقی پاکستان اور سیکرٹری محکمہ فنانس وریونیو' حکومت مشرقی پاکستان (پی ایل ڈی 1957 ایس سی 9'ص 41) نامی مقدمہ میں بڑی شرح وبسط سے غور کرکے ذیل کی رائے ظاہر کی تھی۔

''اس میں کوئی شک نہیں کہ ایکٹ کے یہ انتہا پسندانہ احکام مذہبی اداروں کی جڑوں پر ضرب لگاتے ہیں۔سوال یہ ہے کہ آیا یہ احکام اپنا اثر رکھتے ہوئے اس بنیادی حق میں رکاوٹ بنتے ہیں' جس کی ضمانت دستور کے آرٹیکل 18 میں دی گئی ہے؟ ہائیکورٹ نے مسٹر بروہی کے اس جرات مندانہ اور دوٹوک اعلان کو درست قرار دیا کہ آرٹیکل 18 میں' جن حقوق کا حوالہ دیا گیا ہے' وہ ''قانون کے تابع'' ہیں' اس لیے انہیں بذریعہ قانون واپس لیا جا سکتا ہے۔ اسی دعویٰ کو ہمارے سامنے دہرایا گیا ہے لیکن اسے مسترد کرنے میں مجھے ذرہ بھی تامل نہیں۔ بنیادی حق کا تصور ہی یہ ہے کہ اس کی ضمانت دستور میں دی جاتی ہے' اس لیے اسے قانون کے ذریعے چھینا نہیں جا سکتا۔اور یہ بات نہ صرف ٹیکنیکل لحاظ سے اصولِ فن کے خلاف ہے بلکہ یہ کہنا دستور وضع کرنے والوں کی طرف سے شہریوں کے ساتھ روا رکھا گیا بہت بڑا فریب ہوگا کہ فلاں حق بنیادی

تو ہے تاہم اسے قانون کے ذریعے واپس لیا جاسکتا ہے۔ میں قانون وضع کرنے والوں کے ساتھ ایسی کوئی نیت منسوب کرنے سے قاصر ہوں۔ مسلمانانِ پاکستان کی زندگیاں قرآن وسنت کے مطابق ڈھالنے کی تگ ودو میں وہ ممکنہ طور پر مجلس قانون ساز کو یہ اختیار دینے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے کہ وہ مسلمانوں سے اپنے مذہب کی پیروی' اس پر عمل اور اس کی تبلیغ کرنے نیز دینی اداروں کے قیام' دیکھ بھال اور انتظام وانصرام کا حق چھین لے' جبکہ انہوں نے ایک آزاد' معتدل اور جمہوری معاشرہ کے مثالی تصور کے تحت ریاست کے غیر مسلم شہریوں کو' ایسے ہی حق سے محروم نہیں کیا۔ اگر مسٹر بروہی کی دلیل ٹھوس اور مضبوط ہے تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے اور انہوں نے اعتراف کیا کہ واقعی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ آج پارلیمنٹ اس پوزیشن میں ہے کہ شہریوں کی طرف سے اسلام کی پیروی پر پابندی لگادے کیونکہ آرٹیکل کے تحت مذہب کی پیروی' اس پر عمل اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق اسی طرح قانون کے تابع ہے' جیسے مذہبی ادارے قائم کرنے' ان کی دیکھ بھال اور انتظام کرنے کا حق۔ میں زیر بحث آرٹیکل سے ایسا ضابطہ پرستانہ' فنی اور تنگ ومحدود مفہوم مراد لینے سے انکار کرتا ہوں کیونکہ میرے خیال میں کسی قانون کی تعبیر کا بنیادی اصول یہ ہے کہ دستور کی تعبیر فراخدلی سے شہری کے حق میں کرنی چاہیے' خصوصاً ان احکام کے سلسلے میں جو ضمیر اور مذہب کی آزادی کے تحفظ سے تعلق رکھتے ہوں۔ استعمال کردہ زبان کی مطابقت میں دستوری ہدایت کی تعبیر' قانون کے مقابلہ میں اور بھی زیادہ وسیع اور فراخدلانہ کرنی چاہیے کیونکہ اول الذکر صورت میں جس اختیار پر بحث کی گئی ہو' فطری اور لامحدود ہے اور آخر الذکر صورت میں وہ محدود ہے اور آئینی حقوق کو محض مکارانہ زبانی تنقید کے بل پر اس دستاویز اور اصولوں کی بنیادی غرض وغایت کو پیش نظر رکھے بغیر' جس پر اس کی اساس ہو' سلب کرنے یا ان سے پہلو تہی کرنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ اگر اس کی زبان صاف وسادہ نہ ہو یا اس میں شک وشبہ کی گنجائش ہو تو فرض کر لینا چاہیے کہ وہ دفعہ انصاف وحرمت کے مسلمہ اصولوں کے مطابق بنانے کی نیت تھی۔ چنانچہ مشکوک صورتوں میں اس خاص تعبیر کو ترجیح دینی چاہیے جو ان اصولوں کی خلاف ورزی نہ کرتی ہو۔ آئینی دستاویزات کی تعبیر وتوضیح کے ان قواعد کی روشنی میں مجھے ایسا لگتا ہے کہ آرٹیکل 18 کا مفہوم ومنشا یہ ہے کہ ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے' اس پر عمل پیرا ہونے اور اُس کی تبلیغ کرنے کا حق حاصل ہے اور ہر مذہبی گروہ کے فرقہ کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے اور اس کی دیکھ بھال کرنے اور انتظام کرنے کا حق ہے البتہ قانون اس طریق کار کا تعین کرسکتا ہے کہ مذہب کی پیروی' اس پر عمل اور اس کی تبلیغ کیسے کی جائے گی اور مذہبی ادارے کس طرح قائم کیے جائیں گے' ان کی دیکھ بھال کیسے کی جائے گی اور انتظام کیسے چلایا جائے گا۔ الفاظ ''مذہبی اداروں کا قیام قانون کے

تابع ہوگا'' کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا نہ ہی ہے کہ ایسے اداروں کو قانون کی مدد سے یکسر ختم کیا جا سکتا ہے۔''

20- 1984ء کا امتناع قادیانیت آرڈیننس' جس کا جائزہ لیا جا رہا ہے' صدر نے 26 اپریل 84ء کو نافذ کیا تھا۔ اس آرڈیننس کو وضع اور نافذ کرنے میں اس وقت کے صدر کو بنیادی حقوق یا دوسری دفعات کے باعث کسی آئینی رکاوٹ کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ اس کی اپنی مرضی سب سے بالا (سپریم) تھی۔ اس کارروائی میں پورے آرڈیننس کو چھان بین کا ہدف نہیں بنایا گیا۔ جن اجزاء کو توجہ کا مرکز بنایا گیا اور قابل چیلنج سمجھا گیا' وہ دفعہ 3 سے تعلق رکھتے ہیں جس کے ذریعے مجموعہ تعزیرات پاکستان میں نئی دفعات 298۔بی اور 298۔سی کا اضافہ کیا گیا ہے جنہیں یہاں نقل کیا جاتا ہے:

''298۔ب = القاب' حرکات اور خطاب وغیرہ کا غلط استعمال:

(1) قادیانی یا لاہوری جماعت کا کوئی فرد (جو خود کو احمدی یا کسی دیگر نام سے موسوم کرتے ہیں) جو زبانی یا تحریری الفاظ کے ذریعے یا بیان کے ذریعے:۔

(الف) کسی شخص کو ماسوائے حضرت محمد ﷺ کے خلیفہ کے' بطور امیر المومنین' خلیفۃ المومنین یا خلیفۃ المسلمین' صحابی یا رضی اللہ کہہ کر حوالہ دے گا یا خطاب کرے گا'

(ب) رسول اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ کے علاوہ کسی عورت کا بطور ام المومنین حوالہ دے گا یا خطاب کرے گا'

(ج) رسول اکرم ﷺ کے کنبہ کے رکن کے علاوہ کسی شخص کا اہل بیت کے طور پر حوالہ دے یا خطاب کرے یا

(د) اپنی عبادت گاہ کا بطور مسجد حوالہ دے' نام لے یا پکارے تو اسے دونوں اقسام میں سے کسی ایک قسم کی اتنی مدت کے لیے سزائے قید دی جائے گی' جس کی میعاد تین برس تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانہ کا مستوجب بھی ہوگا۔

(2) قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کا کوئی شخص (جو خود کو احمدی یا کسی دیگر نام سے موسوم کرتے ہیں) زبانی یا تحریری الفاظ کے ذریعے یا ظاہری حرکات سے اپنے عقیدہ کے مطابق عبادت کی غرض سے بلانے کے لیے کسی طریقہ یا شکل کو بطور اذان کے حوالہ دے یا اسی طرح اذان دے جیسے مسلمان دیتے ہیں تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جس کی میعاد تین برس تک ہو سکتی ہے۔ نیز وہ جرمانہ کا مستوجب بھی ہوگا۔

298۔سی قادیانی گروپ کے لوگوں کا خود کو مسلمان کہلانا یا اپنے عقیدہ کی تبلیغ واشاعت کرنا:

قادیانی یا لاہوری گروپ کا کوئی شخص (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے عقیدہ کا بطور اسلام حوالہ دے یا موسوم کرے یا اپنے عقیدہ کی تبلیغ واشاعت کرے یا دوسرے لوگوں کو اپنا عقیدہ قبول کرنے کی دعوت دے' الفاظ کے ذریعے خواہ وہ زبانی ہوں یا تحریری' یا ظاہری حرکات سے یا کسی اور طریقہ سے خواہ وہ کچھ ہی کیوں نہ ہو' مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچائے تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جس کی میعاد تین برس تک ہوسکتی ہے' نیز وہ سزائے جرمانہ کا مستوجب بھی ہوگا۔''

دفعہ 298۔سی' کو توڑ کر شقوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے تاکہ اس کا اثر' جائزہ اور جانچ پڑتال آسان تر ہوجائے۔

21- زیر نظر آرڈیننس کی دفعہ 2 میں کہا گیا ہے کہ ''اس آرڈیننس کے احکام کسی عدالت کے حکم یا فیصلہ کے باوجود موثر ہونگے۔'' اس دفعہ کا پس منظر اور حوالہ عبدالرحمٰن مبشر و تین دیگران بنام سید امیر علی شاہ بخاری و چار دیگران (پی ایل ڈی 1978 لاہور 113) نامی مقدمہ سے وابستہ ہے جس میں قادیانی یا احمدی مذہب کے احکام کا بڑی تفصیل سے جائزہ لیا گیا تھا تاکہ اس بات کا یقین کیا جاسکے کہ دوسروں کو اس بارے میں کیا حقوق حاصل ہیں کہ وہ احمدیوں کو ان کے حقوق سے باز رکھ سکیں' روک سکیں اور منع کر سکیں۔ تاہم کیونکہ آرڈیننس ان پر سبقت لے گیا اور اس کا ٹیسٹ بنیادی حق یعنی آئینی دفعہ سے لیا جاسکتا ہے' کسی دیوانی حق سے نہیں' جو اس مقدمہ میں متنازعہ فیہ معاملہ تھا۔ بایں ہمہ یہ ضرور عرض کروں گا کہ اپنے موضوع پر' یہ ایک بہت ہی جامع اور بصیرت افروز فیصلہ ہے۔

22- اپیل کنندگان کے فاضل وکیل نے آرڈیننس کی رُو سے مجموعہ تعزیراتِ پاکستان میں شامل کی گئی دفعہ 298۔ب کی ذیلی دفعہ (2) اور شق (ڈی) پر اعتراض کیا ہے' جس کا تعلق احمدیوں کی طرف سے ان کی عبادت گاہ کا نام ''مسجد'' رکھنے اور ''اذان'' دینے سے ہے۔ تاریخی لحاظ سے لاہور ہائیکورٹ کے فیصلہ میں' اسے احمدیوں کے عقیدہ یا عمل کے طور پر پیش کیا گیا ہے' جس کا آغاز حالیہ برسوں میں نہیں ہوا۔ نہ ہی اس عمل کو غیر احمدیوں کے احساسات و جذبات کو مشتعل کرنے کی نیت سے اختیار کیا گیا ہے۔ یہ ان کے عقیدہ کا ایک لازمی جزو ہے جس کا مقصد ان دونوں چیزوں کے استعمال پر لگائی گئی پابندی پر حملہ کرنا نہیں' عائد کردہ پابندی کے مطابق ان دونوں باتوں کو قابل گرفت قرار دیا گیا ہے' جس پر 3 برس تک قید اور جرمانہ کی سزا ہوسکتی ہے جو

کہ مذہب کی پیروی کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کے بنیادی حق کی خلاف ورزی کے مترادف ہے اور احمدیوں کی حد تک اس سے قانون کی نظر میں شہریوں کی مساوات سے بنیادی حق سے بھی متصادم ہے کیونکہ اُن کے علاوہ کسی دوسری اقلیت پر ایسی پابندیاں نہیں لگائی گئیں۔ ''اذان'' دینے یا عبادت گاہ کا نام ''مسجد'' رکھنے کو از روئے قانون جرم قرار نہیں دیا گیا بلکہ قادیانیوں کی طرف سے ان افعال کے ارتکاب کو قابل اعتراض ٹھہرایا گیا ہے۔

23- انہوں نے مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298۔سی کی شق (الف) پر زبردست گرفت کرتے ہوئے کہا کہ لفظ ''posing'' (ظاہر کرنا' پیش کرنا) نفرت انگیز طور پر مبہم اور غیر واضح ہے اور عدالت کی طرف سے نفاذ کے لائق نہیں۔ ہمیں ان کی دلیل سے اتفاق نہیں کیونکہ قانون کی زبان میں پہلے سے "Fraud" "Deception", "Misrepresentation". "Cheating" اور" جیسے الفاظ موجود ہیں جو وسیع اور غیر معین مفہوم رکھتے ہیں اور "Posing" کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ اپنے پس منظر میں یہ آئینی فیصلہ رکھتے ہوئے کہ قانون و آئین کی اغراض کے لیے احمدی غیر مسلم شمار ہونگے' وہ خود کو مسلمان ظاہر نہیں کر سکتے۔ یہ دفعہ محولہ بالا آئینی فیصلہ کو آگے بڑھانے کے لیے رکھی گئی ہے' اس کی تنقیص کرنے یا قدر گھٹانے کے لیے نہیں۔ پس اگر کوئی احمدی یا قادیانی خود کو مسلمان ظاہر کرتا ہے یا اعلانیہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ دستور کے آرٹیکل 260 (3) کے آئینی حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اس فعل کو دستور اور بنیادی حقوق کے فریم ورک کے اندر یقیناً جرم قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس دلیل کا اطلاق تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298۔سی کی شق (ب) پر اسی طرح ہوتا ہے۔

24- جہاں تک دفعہ 298۔سی کی شق (ای) کا تعلق ہے اس کی زد سے کسی خاص گروہ یا عام لوگوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنا قابل تعزیر ٹھہرایا گیا ہے۔ وہ مذہبی آزادی یا آزادی تقریر کے بنیادی حق کے منافی نہیں ہے۔ کسی شخص کو یہ بنیادی حق حاصل نہیں' نہ ہی ایسا حق دیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے مذہب یا عقیدہ کی تبلیغ کرتے وقت دوسروں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرے' پس دفعہ 298۔سی ت پ کی شق (الف) (ب) اور (ہ) دستور کے آرٹیکل کے 19' 20 اور 260(3) میں شامل احکام کے عین مطابق ہیں۔

25-اس استدلال کی بنیاد پر جو دستور کے ان متعلقہ آرٹیکلز کی تشریح و توضیح کرتے وقت اختیار کیا گیا ہے دفعہ' 298۔سی' ت پ کی شق ہائے (ج)' (د) جیسا کہ انہیں پیچھے نقل کیا گیا' جداگانہ حیثیت میں یا دونوں مل کر اس حد تک مذہبی آزادی' آزادی تقریر اور قانون کی نظر میں برابری کے حق کے منافی ہوں گی کہ وہ صرف احمدیوں اور قادیانیوں کو تحریری یا زبانی الفاظ یا

نظر آنے والی حرکات کے ذریعے اپنے مذہب کی تبلیغ وتشہیر کرنے سے روکتی ہیں۔ کسی کو اپنے عقیدہ کی دعوت دینا جبکہ اس کے ساتھ کوئی قابل اعتراض فعل وابستہ نہ ہو' لائق مذمت نہیں ہوسکتا' بہرحال اگر شق (ج)' (د) میں مذکورہ افعال کے ساتھ شق (ہ) میں درج فعل کا ارتکاب کیا جائے یا اس سے شق (الف)' (ب) کا نتیجہ حاصل ہو تو وہ فعل ان متعلقہ شقوں کے تحت قابل تعزیر ہوگا۔ شق (ج) اور (د) کے تحت نہیں۔ دفعہ 298۔ سی ت پ کی شق ہائے (ج)' (د) اس حد تک دستور سے ماورا سمجھی جائیں گی۔

26- جہاں تک فوجداری اپیل ہائے نمبر 31۔ کے تا نمبر 35۔ کے سے پیدا ہونے والی پانچ اپیلوں کا تعلق ہے' ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں سے تین کی ابتداء نذیر احمد تونسوی کے استغاثہ سے ہوئی' جس کا تعلق براہ راست تحریک ختم نبوت سے ہے' جس نے اس امر کی شکایت کی کہ بعض افراد اپنی چھاتی پر کلمہ طیبہ کے بیج لگا کر بازار میں گھوم رہے تھے۔ ان کے بارے میں معلوم تھا کہ وہ قادیانی تھے۔ لیکن جب ان سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے خود کو مسلمان ظاہر کیا۔ ان کی طرف سے کلمہ طیبہ کے بیج لگانے کا فعل خود کو مسلمان ظاہر کرنے کے مترادف سمجھا گیا۔ یہ اثبات جرم ناقص ہے کیونکہ ان مباحث اور اخذ کردہ نتائج کی روشنی میں جو پہلے ہی قلمبند کیے جا چکے ہیں' کسی احمدی کا ایسا بیج لگانا' جس پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہو' نہ تو مسلمانوں کے جذبات مشتعل کرنے کے مترادف ہے' نہ ہی خود کو مسلمان ظاہر کرنے کے برابر۔ یہ تسلیم کیا گیا اور عام طور سے معلوم ہے کہ مسلمان لوگ اپنا مذہب ثابت کرنے کے لیے کلمہ طیبہ والے بیج نہیں لگاتے' ایسا وہ لوگ کرتے ہیں' جنہیں آئینی لحاظ سے غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔ اس لیے موجودہ صورتحال میں غیر مسلموں کا کلمہ طیبہ والے بیج لگانا خود کو مسلمان ظاہر کرنے یا مسلمان کے طور پر پیش کرنے کے مترادف نہیں۔

27- جہاں تک اس الزام کا تعلق ہے کہ سوال کرنے اور پوچھنے پر انہوں نے خود کو مسلمان بتایا' جبکہ حقیقتاً وہ قادیانی تھے' وہ بھی قانون کی نظر میں جرم نہیں ہے۔ ظاہر کرنے میں اپنی مرضی سے پیش کرنا شامل ہوتا ہے۔ کسی سوال کا جواب دیتے وقت آدمی اپنی مرضی سے جواب نہیں دے رہا ہوتا' بلکہ جیسا کہ ان مقدمات کے حالات سے ظاہر ہوگا' دھمکی یا دباؤ کے تحت ایسا کرتا ہے۔ آدمی عام لوگوں سے اپنا مذہب پوشیدہ رکھ سکتا ہے تاکہ فوجداری مقدمہ بازی کی کمتر برائی قبول کرتے ہوئے جسمانی لحاظ سے خود کو محفوظ رکھ سکے یا وہ سوال سے پہلو تہی کرتے ہوئے گول مول جواب دے سکتا ہے۔ ایسا رویہ قابل ملامت نہیں خصوصاً جب سوال کرنے والے شخص کو قانون کے تحت ایسا سوال پوچھنے یا صحیح جواب اگلوانے کا کوئی اختیار نہ ہو۔ نہ ہی وہ بیان اقرار صالح کے ساتھ دیا جا رہا ہو۔

28- دوسری دو فوجداری اپیلوں (نمبر 32۔ کے اور نمبر 33۔ کے لغایت 88) کا تعلق ان رپورٹوں سے ہے جو کسی مذہبی تنظیم سے ناوابستہ افراد نے درج کرائیں۔ وہ محض اس بات پر خفا ہوئے اور انہوں نے اپنی توہین محسوس کی کہ کلمہ طیبہ والے بیج ایسے لوگوں نے لگا رکھے تھے جو احمدی یا قادیانی کے طور پر جانے پہچانے جاتے تھے۔کلمہ طیبہ کے بیج لگانے والے افراد نے منہ سے الفاظ ادا کر کے یا بصورت دیگر یہ نہیں کہا کہ وہ مسلمان ہیں' قادیانی یا احمدی نہیں ہیں۔

کلمہ طیبہ کی نمائش یا استعمال کو جبکہ اسے صحیح طریقے سے پیش کیا جائے اور ٹھیک طرح نیز احترام کے ساتھ اس کی نمائش کی جائے تو استعمال کنندگان کے خلاف کارروائی کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا۔ اگر اس کے مخصوص مفہوم اور نتیجہ کی تصدیق کی غرض سے آدمی کو اس شخص کے ذہن کے امدادی حصوں میں جھانکنا پڑے جو کلمہ طیبہ کا بیج لگائے ہوئے ہو یا اسے استعمال کرتا ہو اور عقیدہ کے مطابق اسے جرم قرار دینا چاہتا ہو' ایسی صورت میں اس شخص کے لیے عقیدہ کے بارے میں ریاضت اور اس کے معانی نیز کلمہ طیبہ کے استعمال اور نمائش کا مقصد قانون کی حدود سے باہر ہوگا اور وہ براہ راست اس مذہبی آزادی میں مداخلت متصور ہوگی' جس کی ضمانت از روئے قانون ہر شخص کو دی گئی ہے۔ جہاں محض عقیدہ پر جس سے ناقابل اعتراض رویہ کے باعث غفلت برتی گئی ہو' اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

29- ان اپیلوں کو نمٹانے میں ہمارے لیے یہ دقت رہی کہ مسئول الیہان نے بڑی حد تک معاملہ پر اس طرح اعتراض کیے گویا متنازعہ آرڈیننس کے احکام کو اسلامی احکام کے ساتھ ان کی عدم موافقت سے زیادہ بنیادی حقوق کے ساتھ عدم مدافعت کے لیے موافقت پر کیا جا رہا ہو' اس چیز نے علمائے کرام کو عدالت کی رضا کارانہ مدد کرنے پر ابھارا جس سے بحث کے دوران اور بحث کے مابعد مرحلہ پر خاصی گرما گرمی دیکھنے میں آئی۔

30- گزشتہ بحث کا حاصل یہ ہے کہ فوجداری اپیلیں (نمبر 31۔ کے تا نمبر 35۔ کے) قبول کی جاتی ہیں۔ اپیل کنندگان کو دی گئی سزائیں ختم کی جاتی ہیں۔ مزید برآں دفعہ 298۔بی (ت پ) کی شق (د) اور ذیلی دفعہ (2) کے احکام کے پیرا نمبر 20 میں نقل کیے گئے بنیادی حقوق 20 اور 25 کے خلاف قرار دیا جاتا ہے۔

31۔ دیوانی اپیل نمبر 149/89 اور 150/89 بھی جزوی طور پر اس حد تک منظور کی جاتی ہے کہ 1984ء کے 20 ویں آرڈیننس کے بعض حصوں کو بنیادی حقوق 19' 20 اور 25 کے منافی قرار دیا جاتا ہے۔ مقدمہ بازی کے اخراجات کی بابت کوئی حکم نہیں دیا گیا۔

دستخط
(جسٹس شفیع الرحمٰن)

جسٹس عبدالقدیر چودھری

1- میں نے اپنے فاضل بھائی جسٹس شفیع الرحمٰن کے اس فیصلہ کا مسودہ پڑھا ہے جو وہ صادر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تاہم میں پورے احترام سے عرض کروں گا کہ مجھے ان کی رائے سے اتفاق نہیں ہے۔

2- ان اپیلوں کے حقائق' مجوزہ فیصلے میں بڑی تفصیل سے بیان کر دیئے گئے ہیں' اس لیے میں انہیں دُہرانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ جہاں تک موجودہ اپیل کا تعلق ہے' وہ حقائق جو اس کارروائی کا سبب بنے' اس طرح ہیں کہ اپیل کنندگان احمدیہ برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔ (جنہیں قادیانی بھی کہا جاتا ہے) جو کہ ایک غیر مسلم مذہبی فرقہ ہے۔ احمدیوں نے 23 مارچ 1989ء کو دنیا بھر میں شایانِ شان طریقہ سے اپنے مذہب کی 100 سالہ سالگرہ منانے کا فیصلہ کیا تھا۔ ان تقریبات کا آغاز 23 مارچ 1989ء سے ہونا تھا۔

3- 20 مارچ 89ء کو ہوم سیکرٹری حکومت پنجاب نے' دفعہ 144 ضابطہ فوجداری کے تحت ایک حکم نافذ کیا' جس کی رُو سے صوبہ پنجاب میں قادیانیوں کے جشن منانے پر پابندی لگا دی گئی۔ 21 مارچ 89ء کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ نے بھی ایک حکم کے ذریعے ضلع بھر کے قادیانیوں کو درج ذیل سرگرمیوں سے باز رہنے کی ہدایت کی۔

"(i) عمارتوں اور احاطوں پر چراغاں
(ii) آرائشی دروازوں کی تنصیب وتعمیر
(iii) جلوس نکالنا اور جلسے منعقد کرنا
(iv) لاؤڈ سپیکر اور میگا فون کا استعمال
(v) نعرے لگانا
(vi) بیجوں' جھنڈیوں اور بینروں وغیرہ کی نمائش
(vii) پمفلٹوں کی تقسیم' دیواروں پر پوسٹر چسپاں کرنا اور دیواروں پر اشتہارات لکھنا
(viii) مٹھائیوں کی تقسیم اور غریبوں کو کھانا کھلانا
(ix) کوئی دیگر سرگرمی جو براہ راست یا بالواسطہ طور پر مسلمانوں کے جذبات مشتعل یا مجروح کرنے کا سبب بنے۔"

4۔ یہ حقائق ظاہر کرتے ہیں کہ جن معمولات پر پابندی لگائی گئی' وہ ایسی سرگرمیاں تھیں' جنہیں اعلانیہ انجام دینا تھا یا لوگوں کے ردعمل کو مدنظر رکھ کر ایسا کیا گیا تا کہ امن عامہ میں نقص نہ پڑے اور امن وامان برقرار رہے۔

5۔ ربوہ کے ریذیڈنٹ مجسٹریٹ نے احمد یہ برادری کو مطلع کیا کہ وہ آرائشی دروازے ہٹا لیں۔ بینرز اور روشنیاں اتار لیں اور اس امر کو یقینی بنائیں کہ دیواروں پر مزید اشتہار نہیں لکھے جائیں گے۔ اس نے مزید مطلع کیا کہ 21 مارچ کے حکم نامہ میں شامل پابندیوں میں تا حکم ثانی توسیع کر دی گئی ہے۔

6۔ اپیل کنندگان نے محولہ بالا احکام کو بذریعہ رٹ پٹیشن نمبر 2089/89 چیلنج کر دیا اور اس امر کا فیصلہ صادر کرنے کی استدعا کی کہ انہیں اپنی برادری کے گزشتہ 100 برسوں کے اہم واقعات کی یاد تازہ کرنے اور شایانِ شان طریقہ سے صد سالہ جشن منانے کے حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ رٹ میں کہا گیا کہ انہوں نے ایسی تقریبات منانے کے لیے نئے لباس پہننے' اظہار تشکر کے لیے نوافل دوگانہ ادا کرنے' بچوں میں شیرینی اور غربا و مساکین میں کھانا تقسیم کرنے' جلسے کرنے اور گزشتہ 100 سالوں میں ہونے والی عنایات پر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ دعویٰ کیا گیا کہ یہ تمام سرگرمیاں ایسی تھیں' جن کی 1973ء کے دستور میں ضمانت دی گئی ہے اور آرٹیکل 20 میں شامل بنیادی حق کے تحت تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ اس لیے متنازعہ حکم غیر قانونی ہے۔ مزید کہا گیا کہ متنازعہ حکم جاری کرنے کے لیے دفعہ 144 کے اجزائے ترکیبی میں سے کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ اپیل کنندگان میں سے ایک نے' جسے کلمہ طیبہ کا بیج لگانے اور اذان دینے پر زیر دفعہ 298۔سی سزا دی گئی تھی' علیحدہ رٹ دائر کی تھی۔ تعزیرات پاکستان میں 298۔بی اور 298۔سی کا اضافہ 1984ء کے امتناع قادیانیت آرڈیننس کے تحت کیا گیا ہے۔

7- اس مقدمہ کی سماعت لاہور ہائیکورٹ کے ایک فاضل جج نے کی۔ انہوں نے اپنے فیصلہ میں دورانِ سماعت اٹھائے گئے قانونی و دستوری سوالوں کا پوری طرح جائزہ لیا اور انتہائی متوازن فیصلہ سنایا۔ ہم اس بات کی دل سے قدر کرتے ہیں کہ فاضل جج نے اس معاملے میں ان ججوں کے صادر کردہ فیصلوں پر انحصار کیا جو یا تو سیکولر ہیں یا انسانی حقوق کے چیمپئن ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ عدالت میں لایا گیا یہ معاملہ بلاشبہ بہت ہی حساس نوعیت کا ہے' جس کا تعلق انسان کے مذہب اور عقیدہ سے ہے اور اس کی بابت بڑے غیر جانبدارانہ اور محتاط انداز فکر

اپنانے کی ضرورت ہے تاکہ لوگوں کے اعتماد کو تقویت ملے اور اس کے فیصلہ کو ضروری آزادی میسر آ سکے۔

8- یہاں زیرِغور اہم سوال یہ ہے کہ آیا دفعہ 144 ت پ اور 1984ء کے 20ویں آرڈیننس کے تحت صادر کردہ حکم بنیادی حق (آرٹیکل 20) کے منافی ہے' جو 1973ء کے دستور کی رُو سے ہر شہری کو حاصل ہے؟

9- اپیل کنندگان نے غور و خوض کے لیے درج ذیل تنقیحات وضع کیں۔

(الف) وفاقی شرعی عدالت کا یہ فیصلہ کہ متنازعہ آرڈیننس قرآن و سنت سے متصادم نہیں ہے' اس عدالت کے لیے بالکل غیر اہم اور بے وقعت ہے۔

(ب) آرڈیننس صریحاً اور یقینی الفاظ میں اس مذہبی آزادی سے انکاری ہے جس کی ضمانت پاکستان کے احمدی شہریوں کو دستور کے آرٹیکل 20 میں دی گئی ہے۔

(ج) یہ آرڈیننس مبہم' غیر واضح اور غیر یقینی ہونے کے ساتھ ساتھ ظالمانہ بھی ہے۔

(د) دستور کے آرٹیکل 20 کی ترکیب ''قانون کے تابع رہتے ہوئے'' میں مستعمل لفظ ''قانون'' سے مثبت قانون مراد ہے' اسلامی قانون نہیں۔

(ہ) دستور کے آرٹیکل 19 میں استعمال کردہ ترکیب ''اسلام کی عظمت'' سے آرٹیکل 20 میں دیئے گئے حقوق کے بارے میں استفادہ نہیں کیا جا سکتا۔

(و) کلمہ طیبہ والے بیج کا استعمال اور اذان دینا متنازعہ آرڈیننس کے دائرہ اثر میں نہیں آتا۔

(ز) زیرِ دفعہ 144 ت پ' جاری کردہ حکم اپیل کنندگان کے مذہب سے متعلق بنیادی حقوق کے خلاف ہے۔ اس لیے وہ دستور کے آرٹیکل 20 کے منافی ہے۔

10- ان نکات پر بحث کرنے سے پہلے یہ کہنا ضروری ہے کہ اگر عام قانون' جس کا اب تک اطلاق کیا گیا ہے۔ ہر ایک کو کسی لفظ' نام یا خطاب کے استعمال کا حق دیتا ہے یا پہلے سے لگائی گئی مسلمہ پابندیاں موجود ہیں؟ یہ بات قابلِ قدر ہے کہ بعض القابات' خطابات اور عنوانات' جیسا کہ وہ دفعہ 298۔ بی میں مذکور ہیں' قرآن حکیم میں مخصوص شخصیات کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔ (دیکھئے سورۃ احزاب کی آیت نمبر 32 (اہل بیت) اور آیت نمبر 54 اور سورۃ توبہ کی آیت نمبر 100 (رضی اللہ عنہ) جبکہ دوسرے القابات گزشتہ 1400 برسوں سے' مسلمان ان شخصیات کے لیے استعمال کرتے آ رہے ہیں' جن کے لیے وہ مخصوص ہیں۔ یہ القابات مخصوص معانی رکھتے ہیں' اسلامی عقیدہ کا جز ہیں اور اظہارِ عقیدت و احترام کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

کسی شخص کی طرف سے دوسروں کے لیے ایسے القابات کا اسی طریقہ سے استعمال' لوگوں کو یہ تاثر دینے کا موجب بن سکتا ہے کہ وہ اسلام سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ حقیقت میں ایسا نہ ہو۔

11- یہ بات قابل غور ہے کہ صرف پاکستان میں نہیں بلکہ دنیا بھر میں قوانین' ایسے الفاظ اور جملوں کے استعمال کا تحفظ کرتے ہیں' جن کا مخصوص مفہوم و معانی ہو اور اگر وہ دوسروں کے ۔لیے استعمال کیے جائیں تو لوگوں کو دھوکہ دینے اور گمراہ کرنے کا سبب بن سکتے ہیں۔ برطانیہ کے کمپنی لاء' میں صراحت کے ساتھ کہا گیا ہے کہ کوئی ایسا نام نہیں رکھنا چاہیے جو مغالطہ پیدا کرے یا تاج' سرکاری محکمہ یا میونسپلٹی کے ساتھ کسی نوع کا تعلق ظاہر کرے اور صرف استثنائی صورتوں میں ایسے نام استعمال کرنے کی اجازت دی جائے گی' جن میں ''امپیریل'' کامن ویلتھ ''نیشنل'' یا ''انٹرنیشنل'' جیسے الفاظ شامل ہوں۔ الفاظ ''کوآپریٹو'' اور ''بلڈنگ سوسائٹی'' کا استعمال بھی ممنوع ہے۔سب سے اہم اصول یہ ہے کہ ایسے نام کا اندراج نہیں کیا جائے گا جو پہلے سے موجود کسی کمپنی کے نام سے ملتا جلتا ہو' ان احکام کا بڑا سختی کے ساتھ اطلاق ہوتا رہا ہے جنہیں کسی عدالت' قانون یا پارلیمنٹ میں ہرگز چیلنج نہیں کیا گیا۔

12- بھارت کے کمپنی لاء کی دفعہ 20 میں بھی لازمی قرار دیا گیا ہے کہ کسی کمپنی کو ایسے نام سے رجسٹر نہیں کیا جائے گا جو حکومت کے نزدیک ناپسندیدہ ہو یا اس نام کی کوئی کمپنی پہلے سے رجسٹر کی جا چکی ہو۔ بھارتی دستور میں اسی طرح کے بنیادی حقوق دیئے گئے ہیں' جیسے ہمارے آئین میں درج ہیں۔لیکن ہم نے کسی عدالت کا ایک بھی فیصلہ ایسا نہیں دیکھا جس میں ایسی پابندی کو ان حقوق کے منافی قرار دیا گیا ہو۔

13- تجارتی و کاروباری ناموں اور نشانات کے تحفظ کے لیے دنیا کے ہر قانونی نظام میں کوئی نہ کوئی قانون موجود ہے' جس کا نتیجہ یہ ہے کہ کسی فرم یا کمپنی کا کوئی رجسٹرڈ تجارتی نام یا نشان دوسرا ادارہ استعمال نہیں کرسکتا اور اس کی خلاف ورزی پر نہ صرف تجارتی نشان کا مالک خلاف ورزی کرنے والے سے ہرجانہ وصول کرسکتا ہے بلکہ یہ قانون کی نظر میں بھی جرم ہے۔

14- یہاں ہم انگریزی قانون کا حوالہ دے سکتے ہیں۔معروف مقدمہ

"J. Bollinger vs Costa Brava

Wine Coy Ltd. 1959, 3.W.L.R., 966"

میں قرار دیا گیا تھا کہ

''مسئول الیہ کو ایسا عمل جاری رکھنے سے روکنے کے لیے حکم امتناعی حاصل کیا جا سکتا تھا' جسے دھوکہ دہی سمجھا گیا ہو' اگرچہ دھوکہ دینے کی نیت کا کوئی ثبوت موجود نہیں تھا۔''

15- بھارت کے تجارتی وکاروباری نشانات کے قانون مجریہ 1958ء کے دسویں باب میں تجارتی نشانوں کی جعل سازی سے اور غلط طور پر' استعمال یا جعلی تجارتی نشانات' تجارتی علامات یا ایسے مال کی فروخت پر' جس پر جعلی تجارتی نشان یا علامت لگائی ہو' سزاؤں کا اہتمام کیا گیا ہے۔

16- بھارت اور پاکستان کے مجموعہ ہائے تعزیرات کے باب نمبر 18 ایسے جرائم سے تعلق رکھتے ہیں جن میں دستاویزات یا تجارتی وکاروبای نشانات میں جعل سازی سے کام لیا جائے' مجموعہ تعزیرات ہند کی دفعہ 481 میں کہا گیا ہے۔

''جو کوئی کسی منقولہ جائیداد' مال یا کسی پیکج' دیگر سامان پر جو منقولہ جائیداد یا مال پر مشتمل ہو' ایسا نشان لگائے یا کسی صندوق' پیکج' یا دیگر سامان کو جس پر کوئی تجارتی نشان لگا ہو' ایسے طریقہ سے استعمال کرے کہ معقول طور پر اس کی بابت یہ سمجھا جائے کہ اس کا مقصد یہ باور کراتا ہے کہ نشان رکھنے والی جائیداد یا مال یا کوئی دوسری جائیداد یا مال جو نشان رکھنے والے کسی سامان میں رکھا ہوا ہو' کسی شخص کی ملکیت ہے جبکہ حقیقت میں وہ اس کی ملکیت نہ ہو' تو کہا جائے گا کہ جعلی نشان ملکیت استعمال کیا گیا ہے۔'' یہ جرم فریب کاری ہے اور اس کے ارتکاب پر کسی ایک قسم کی سزا اتنی مدت کے لیے دی جا سکتی ہے' جو ایک برس تک ہو سکتی ہے یا اسے جرمانہ کیا جائے گا یا وہ دونوں سزاؤں کا مستوجب ہوگا۔''

17- پاکستان میں بھی اس قسم کے قوانین نافذ ہیں' کسی نے کسی بناء پر انہیں چیلنج نہیں کیا۔ یہاں ہم تجارتی نشانات ایکٹ 1940ء کی دفعہ 69 کا حوالہ دے سکتے ہیں' جس کا اطلاق پورے برصغیر میں ہوتا رہا۔ اس کی ترمیم شدہ صورت جو اس وقت پاکستان میں نافذ العمل ہے' ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

''69۔ شاہی نشانات اور سرکاری علامات کے استعمال کی ممانعت' اگر کوئی شخص جائز اختیار کے بغیر کسی تجارت' کاروبار' کسب یا پیشہ کے متعلق:

(الف) شاہی نشانات یا حکومتی نشانات (یا ایسے نشانات جو ان سے اتنی گہری مماثلت رکھتے ہوں کہ ان کے بارے میں یہ قیاس کیا جائے کہ ان کا مقصد دھوکہ دینا ہے) اس طرح استعمال کرے کہ ان کی بابت قیاس کیا جائے کہ ان سے یہ باور کرانا مقصود ہے کہ وہ شاہی نشانات یا حکومتی علامات کو استعمال کرنے کا قانوناً مجاز ہے یا

(ب) قائد اعظم محمد علی جناح کا نام' لقب یا اس کی مشابہت یا اس کی مختلف صورتوں میں سے کوئی ایک یا کوئی آلہ' علامت یا عنوان ایسے طریقہ سے استعمال کرے کہ اس کی بابت قیاس کیا جائے کہ اس کی منشاء یہ باور کراتا ہے کہ وہ ہز میجسٹی کی حکومت' یا وفاقی حکومت یا کسی صوبائی حکومت یا ایسی حکومت کے کسی محکمہ میں ملازم ہے' اسے مال فراہم کرتا ہے یا اس سے تعلق

رکھتا ہے۔

(ج) ادارہ اقوام متحدہ یا اس کے قائم کردہ ذیلی ادارے عالمی ادارہ صحت کا نشان' سرکاری مُہر' نام یا نام کا کوئی مخفف ایسے طریقہ سے استعمال کرے' جس سے یہ باور کرانا مقصود ہو کہ اسے اقوام متحدہ کی صورت میں سیکرٹری جنرل نے یا عالمی ادارہ صحت کی صورت میں اس کے ڈائریکٹر جنرل نے وہ نشان' مُہر یا نام استعمال کرنے کا قانوناً اختیار دیا ہے۔

اسے کسی ایسے شخص کی طرف سے استغاثہ دائر کرنے پر جسے ایسے نشانات' آلات' علامات خطاب استعمال کرنے کا اختیار ہو یا رجسٹرار کی طرف سے مقدمہ دائر کرنے پر حکماً اس نام کا استعمال جاری رکھنے سے روک دیا جائے گا۔

تاہم شرط یہ ہے کہ اس دفعہ میں شامل کسی چیز سے یہ مراد نہیں لی جائے گی کہ اس سے کسی تجارتی نشان کے مالک کا حق اگر کوئی ہو' متاثر ہو رہا ہے جس کے استعمال کو جاری رکھنے کا وہ قانوناً مجاز ہو۔''

18- پس واضح ہوا کہ دوسروں کے تجارتی ناموں' تجارتی نشانوں' ملکیتی نشانات یا علامتوں کو اس نیت سے استعمال کرنا جس کا مقصد دوسروں کو یہ باور کرانا ہو کہ وہ استعمال کنندہ کی ملکیت ہیں' ایک جرم کے مترادف ہے۔ اس کے مرتکب کو نہ صرف قید اور جرمانہ کی سزا دی جاسکتی ہے بلکہ اس سے ہرجانہ بھی وصول کیا جاسکتا ہے اور اسے باز رکھنے کے لیے امتناعی حکم جاری کیا جاسکتا ہے۔ یہ معمولی مالیت کے مال کے بارے میں واقعی سچ ہے۔ مثال کے طور پر کوکا کولا کمپنی کسی کو یہ اجازت نہیں دے گی کہ اس کی مصنوعات کے چند اونس بھی اس کی اپنی بوتلوں یا دوسرے ظروف میں' جن پر کوکا کولا کا نشان لگا ہوا ہو' فروخت کرے خواہ اس کی قیمت چند سینٹ ہی کیوں نہ ہو۔ مزید برآں یہ ایک فوجداری جرم ہے جس پر قید و جرمانہ کی سزا دی جاسکتی ہے۔ اس سے یہ اصول وابستہ ہیں کہ دھوکا نہ دو اور دوسروں کے حقوق ملکیت پامال نہ کرو۔

19- سادہ الفاظ میں جو لوگ دوسروں کو دھوکا دیتے ہیں' ان کی حوصلہ شکنی کی جارہی ہے' خواہ ان کی حرکت سے پہنچنے والے نقصان کی مالیت چند کوڑیوں کے برابر ہو۔ ہمارے ہاں قائداعظم اور اس کے مماثل لقب کی حفاظت کے لیے قانون وضع کیا گیا ہے جسے کسی حلقے نے چیلنج نہیں کیا۔ بہرحال پاکستان جیسی نظریاتی ریاست میں اپیل کنندگان جو کہ غیر مسلم ہیں' اپنے عقیدہ کو اسلام کے طور پر پیش کر کے دھوکہ دینا چاہتے ہیں؟ یہ بات خوش آئند اور لائق تحسین ہے کہ دنیا کے اس خطے میں عقیدہ آج بھی مسلمان کے لیے سب سے قیمتی متاع ہے' وہ ایسی حکومت کو ہرگز برداشت نہیں کرے گا جو اسے ایسی جعل سازیوں اور دسیسہ کاریوں سے تحفظ فراہم کرنے کو تیار نہ ہو۔

20- دوسری طرف اپیل کنندگان اصرار کررہے ہیں کہ انہیں نہ صرف اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر پیش کرنے کا لائسنس دیا جائے بلکہ وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ انتہائی محترم ومقدس شخصیات کے ساتھ استعمال ہونے والے القابات اور خطابات وغیرہ کو ان گستاخ غیر مسلموں کے ناموں کے ساتھ چسپاں کیا جائے' جو مسلم شخصیات کی جوتی کے برابر بھی نہیں۔ حقیقتاً مسلمان اس اقدام کو اپنی عظیم ہستیوں کی بے حرمتی اور توہین وتنقیص پر محمول کرتے ہیں۔ پس اپیل کنندگان اور ان کی برادری کی طرف سے ممنوعہ القابات اور شعائر اسلام کے استعمال پر اصرار اس بارے میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہنے دیتا کہ وہ قصداً ایسا کرنا چاہتے ہیں' جو نہ صرف ان مقدس ہستیوں کی بے حرمتی کرنے بلکہ دوسروں کو دھوکا دینے کے مترادف بھی ہے۔ اگر کوئی مذہبی گروہ دھوکہ دہی وفریب کاری کو اپنا بنیادی حق سمجھ کر اس پر اصرار کرے اور اس سلسلے میں عدالتوں سے مدد کا طلبگار ہو تو اس کا خدا ہی حافظ ہے۔ امریکہ کی سپریم کورٹ

"Cantwell Vs. Connecticut (310 US 296 at 306)" / نامی مقدمہ میں قرار دے چکی ہے کہ

''مذہب یا مذہبی عقیدہ کا لبادہ کسی شخص کو' عام لوگوں کو فریب دینے پر تحفظ فراہم نہیں کرتا۔''

21- علاوہ ازیں اگر اپیل کنندگان یا ان کی برادری دوسروں کو دھوکہ دینے کا ارادہ نہیں رکھتے تو وہ اپنے لیے نئے القاب وغیرہ کیوں وضع نہیں کر لیتے؟ کیا انہیں اس بات کا احساس نہیں کہ دوسرے مذاہب کے شعائر' مخصوص نشانات' علامات اور اعمال پر انحصار کرکے' وہ خود اپنے مذہب کی ریاکاری کا پردہ چاک کریں گے۔ اس صورت میں اس کے معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ ان کا نیا مذہب' اپنی طاقت' میرٹ اور صلاحیت کے بل پر ترقی نہیں کر سکتا یا فروغ نہیں پا سکتا بلکہ اسے جعل سازی وفریب پر انحصار کرنا پڑ رہا ہے؟ آخر کار دنیا میں اور بھی بہت سے مذاہب ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں یا دوسرے لوگوں کے القابات وغیرہ پر کبھی غاصبانہ قبضہ نہیں کیا' بلکہ وہ اپنے عقائد کی پیروی اور اس کی تبلیغ بڑے فخر سے کرتے ہیں' اور اپنے ہیروز کی' اپنے طریقہ سے مدح وستائش کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پاکستان میں ایسا کوئی قانون نافذ نہیں جو احمدیوں کو ان کے اپنے القابات تخلیق کرنے اور انہیں مخصوص افراد کے ساتھ استعمال کرنے سے روکتا ہو نیز ان کے مذہب پر کسی قسم کی دوسری پابندیاں عائد نہیں ہیں۔

22- دلیل دی گئی کہ وفاقی شرعی عدالت کا یہ کہنا کہ امتناع قادیانیت آرڈیننس 1984ء قرآن وسنت کے منافی نہیں ہے' اس عدالت کی حد تک قانونی لحاظ سے درست

نہیں ہے۔

23- بہر حال یہ ادعا اپنے اندر کوئی میرٹ نہیں رکھتا' احمدیوں کو دستور کے آرٹیکل 260(3)(ب) کی رو سے غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے اور وفاقی شرعی عدالت' مجیب الرحمٰن بنام وفاقی حکومت پاکستان و دیگر (پی ایل ڈی 1985 ایف ایس سی 8) نامی مقدمہ میں اس بناء پر اس فیصلہ کی تصدیق و توثیق کر چکی ہے کہ قادیانی رسول اکرم ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتے اور قرآنِ حکیم کی ایک واضح اور صاف آیت کی تاویل کے ذریعے اس کی تکذیب کرتے ہیں اور اسلام میں ظل' بروز اور حلول جیسے مکاری پر مبنی تصورات کو فروغ دیتے ہیں۔ اس لیے انہیں حکم دیا گیا کہ وہ براہ راست یا بالواسطہ طور پر خود کو بطور مسلمان پیش کرنے سے باز رہیں اور مسلمانوں کے قانونی حقوق کا مطالبہ کرنے سے باز آ جائیں۔

24- مسلمان ''صحابی'' اور ''اہل بیت'' کی اصطلاحات بالترتیب رسول اکرم ﷺ کے ساتھیوں اور ان کے ارکانِ خاندان کے لیے استعمال کرتے ہیں' جو سب کے سب بہترین مسلمان تھے۔ اس لیے رسول اکرم ﷺ کے ساتھیوں' ازواج النبیؐ رضوان اللہ علیہم اجمعین' اور ان کے افرادِ خاندان کے لیے مخصوص القابات کا مرزائیوں کی طرف سے مرزا قادیانی کے ساتھیوں' اس کی بیویوں اور گھر والوں کے لیے استعمال' ان (صحابہؓ واہل بیتؓ) کی بے حرمتی کے مترادف ہے' جس سے مسلمان یہ دھوکا کھا سکتے ہیں کہ ایسے القابات کے حامل افراد بہتر مسلمان ہیں۔ مزید عرض کیا گیا کہ اذان دینا اور اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہنا اس کی یقینی علامت ہے کہ اذان دینے اور مسجد میں نماز پڑھنے والے افراد مسلمان ہیں۔ اس لیے قرار دیا گیا کہ ان القابات و اصطلاحات کے استعمال کی ممانعت اور اس نوع کی پابندیاں عائد کرنے والے آرڈیننس کے احکام کہ قادیانی خود کو بطور مسلمان پیش نہیں کر سکتے' آئین کے مقاصد پر عمل درآمد کے لیے نافذ کیے گئے ہیں۔

25- جہاں تک شعائر اسلام کا تعلق ہے' عدالت نے قرار دیا کہ اسلامی شعائر کسی غیر مسلم کو انہیں اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتے اور اگر کوئی اسلامی حکومت برسر اقتدار ہونے کے باوجود کسی غیر مسلم کو اسلام قبول کیے بغیر' ان کے استعمال کی اجازت دیتی ہے' تو وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں ناکام رہتی ہے۔ سیکولر ریاست کی طرح ایک اسلامی ریاست بھی قانون بنانے' غیر مسلموں کو اسلامی شعائر کے استعمال اور اپنے مذہب کی تبلیغ سے باز رکھنے کا اختیار رکھتی ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ایسی پابندی کا مطلب بے ایمان اور دھوکہ باز غیر مسلموں کو اسلام کی مخصوص و نمایاں صفات کے استعمال سے باز رکھنا ہے تاکہ وہ دوسرے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب

نہ کرسکیں بلکہ اپنے مذہب کی آغوش میں لانے کی کوشش کریں۔ مزید قرار دیا گیا کہ اس دعویٰ پر بنیادی حقوق کی آڑ میں زور دینے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

26- یہ بات قابل ذکر ہے کہ مجیب الرحمٰن و دیگران نے وفاقی شرعی عدالت کے مذکورہ بالا حکم کو سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ میں آرٹیکل 203 ایف کے تحت چیلنج کیا تھا (دیکھیے پی ایل ڈی 1988 ایس سی (شریعت اپیلیٹ بنچ) 167) لیکن بعد میں نامعلوم وجوہات کی بناء پر اپیل واپس لے لی گئی۔ اس اپیل میں عدالت ھذا نے قرار دیا تھا کہ

''وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ برقرار رہے گا۔''

پھر موجودہ اپیل دائر کی گئی جس کی سماعت دستور کے آرٹیکل 185 کے تحت بصیغہ عمومی کی گئی۔

27- باب 3۔اے'26 مئی 1980ء کو دستور میں شامل کیا گیا تھا۔ اس میں 203۔الف سے 203۔ جے' تک آرٹیکلز شامل ہیں۔ آرٹیکل 203۔الف' میں کہا گیا ہے کہ دستور میں شامل کسی امر کے باوجود اس باب کے احکام موثر ہوں گے۔ اس کے بعد آرٹیکل 203۔ جی' میں کہا گیا ہے۔''آرٹیکل 203۔ ایف' کے احکام کے سوا کوئی عدالت عظمیٰ و عدالت عالیہ کسی ایسے معاملہ کی نسبت کسی کارروائی پر غور نہیں کرے گی یا کسی اختیار یا اختیار سماعت کا استعمال نہیں کرے گی جو عدالت کے اختیار یا اختیار سماعت کے دائرہ میں آتا ہو۔''

28- ان احکام کو یکجا کر کے پڑھا جائے تو اس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کا صادر کردہ کوئی فیصلہ' اگر اس کے خلاف سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ میں اپیل نہ کی جائے یا اپیل کرنے کی صورت میں فیصلہ کو بحال رکھا جائے' سپریم کورٹ کے لیے بھی واجب التعمیل ہوگا' جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کے محولہ بالا فیصلہ کو عدالت ھذا بھی نظرانداز نہیں کرسکتی۔

29- اگلا قابل غور نکتہ یہ ہے کہ آیا امتناع قادیانیت آرڈیننس 1984ء صراحتاً اور بالکل یقینی الفاظ میں اس مذہبی آزادی کی مکمل نفی کرتا ہے' جس کی ضمانت پاکستان کے احمدی شہریوں کو دستور کے آرٹیکل 20 میں دی گئی ہے؟ اس دعویٰ پر مزید غور کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ متعلقہ قانون اور حقائق کا مطالعہ کرلیا جائے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان قوانین نے اپیل کنندگان کو ان کی مذہبی آزادی سے محروم کردیا ہے۔

تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298۔ب کی عبارت جو کہ اس مقدمہ سے متعلق ہے' درج ذیل ہے۔

''298۔ب = القابات' اصطلاحات اور خطابات کا غلط استعمال۔

(1) قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی فرد جو بذریعہ تحریر یا زبانی الفاظ یا ظاہری حرکات کے ذریعے۔

(الف) رسول اکرم ﷺ کے خلیفہ یا صحابیؓ کے علاوہ کسی اور شخص کا امیر المومنین' خلیفۃ المسلمین یا رضی اللہ عنہ کے طور پر حوالہ دے یا خطاب کرے۔یا

(ب) رسول اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ کے علاوہ کسی خاتون کا ام المومنین کے طور پر حوالہ دے یا اس لقب سے خطاب کرے۔یا

(ج) رسول اکرم ﷺ کے افراد' خاندان کے علاوہ کسی شخص کا اہل بیت کے طور پر حوالہ دے یا اس نام سے خطاب کرے۔

یا

(د) اپنی عبادت گاہ کا نام ''مسجد'' رکھے یا اس نام سے پکارے'

اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین برس تک ہوسکتی ہے اور وہ جرمانہ کا مستوجب بھی ہوگا۔

(2) قادیانی یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی فرد جو تحریری یا زبانی الفاظ یا ظاہری حرکات کے ذریعے اپنے مذہب میں مروج عبادت کے لیے بلانے کے طریقہ یا صورت کا بطور ''اذان'' حوالہ دے یا اسی طرح سے اذان دے جیسے مسلمان اذان دیتے ہیں تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین برس تک ہوسکتی ہے نیز وہ جرمانہ کا مستوجب بھی ہوگا۔''

دفعہ 298۔ج کی عبارت اس طرح ہے:

''298۔ج۔قادیانیوں کا خود کو مسلمان کہلوانا یا قادیانیت کی تبلیغ کرنا۔

قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی فرد جو براہ راست یا بالواسطہ طور پر خود کو مسلمان ظاہر کرے' حوالہ دے یا موسوم کرے' یا اپنے عقیدہ کو اسلام کہے یا حوالہ دے یا اپنے عقیدہ کی تبلیغ اور اشاعت کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے' خواہ وہ تحریری و زبانی الفاظ یا ظاہری حرکات یا کسی اور طریقہ سے ایسا کام کرے' جس سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات مشتعل ہوں۔اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین برس تک ہوسکتی ہے نیز وہ جرمانہ کا مستوجب بھی ہوگا۔''

30- امتناع قادیانیت آرڈیننس مجریہ 1984ء کے احکام اوپر نقل کر دیئے گئے ہیں' جو اپیل کنندگان کی برادری کو بعض القابات' اصطلاحات اور خطابات وغیرہ کے استعمال سے' جن کا ذکر ان احکام میں موجود ہے' منع کرتے ہیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ اپیل کنندگان کے فاضل وکیل مسٹر فخر الدین جی ابراہیم نے دفعہ 298 کی ذیلی دفعہ (الف) کو چیلنج نہیں کیا۔ ہوم سیکرٹری' ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور ریذیڈنٹ مجسٹریٹ کے احکام کی رُو سے جن کا حوالہ درخواست کی ابتداء میں دیا جا چکا ہے' ان کی سالگرہ کی تقریبات پر صوبہ پنجاب میں پابندی لگادی گئی تھی اور پیرا نمبر 3 میں درج سرگرمیوں کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ اس حکم کی غرض و غایت' اس آخری ہدایت سے بھی ظاہر ہے جس میں کہا گیا تھا کہ قادیانی کسی ایسی سرگرمی میں ملوث نہیں ہوں گے' جس سے براہِ راست یا بالواسطہ طور پر مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچے۔ محولہ بالا پابندیوں سے واضح طور پر ایسی سرگرمیاں مراد ہیں' جنہیں سرعام انجام دیا جاتا تھا' نجی طور پر نہیں۔ اس کارروائی کو ایک رٹ پٹیشن کے ذریعے جس میں بنیادی حقوق کی پامالی کو بنیاد بنایا گیا تھا' ہائیکورٹ میں چیلنج کر دیا گیا۔ اس لیے ان حقائق کو جو خود اپیل کنندگان کی طرف سے بیان کیے گئے اور جن کی بنیاد پر احکام جاری کیے گئے' غیر متنازعہ سمجھا جائے گا۔

دستور کے آرٹیکل 20 کی عبارت اس طرح ہے۔

''20۔ مذہب کی پیروی اور مذہبی اداروں کے انتظام کی آزادی۔''

قانون' امن عامہ اور اخلاق کے تابع رہتے ہوئے:

(الف) ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے' اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق ہوگا' اور

(ب) ہر مذہبی گروہ اور اس کے ہر فرقہ کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے' برقرار رکھنے اور ان کا انتظام کرنے کا حق ہوگا۔''

31- یہاں متعلقہ بنیادی حق ''مذہب کی پیروی کرنے کی آزادی'' ہے' تاہم یہ آزادی قانون' امن عامہ اور اخلاق کے تابع ہے۔ دوسرے ممالک کی عدالتوں نے جہاں اسی طرح کے بنیادی حقوق دیئے ہیں' قرار دیا ہے کہ یہ حق دو تصورات پر مبنی ہے۔ ایک عقیدہ کی آزادی اور دوسرے عمل کی آزادی۔ ان میں سے بعض نے اول الذکر آزادی کو مطلق' لامحدود اور غیر مشروط قرار دیا ہے جبکہ بعض دوسروں کے خیال میں' وہ بھی قانون وغیرہ کے تابع ہے۔ بہرحال اس بات پر سب متفق ہیں کہ آخر الذکر آزادی' اپنی نوعیت کے لحاظ سے مطلق اور لامحدود نہیں ہے' ان کے بقول افراد کا رویہ قواعد و ضوابط کے تابع رکھا جاتا ہے تاکہ معاشرہ کی حفاظت کی

جا سکے۔ پس اس تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے آزادی عمل کی تعریف کرنا لازی ہے' اس کے برعکس ترکیب ''قانون کے تابع رہتے ہوئے'' نہ تو مقننہ کو یہ لامحدود اختیار دیتی ہے کہ وہ دستور میں دیئے گئے بنیادی حقوق پر ناروا پابندیاں لگائے یا انہیں سلب کر لے' نہ ہی انہیں معدوم سمجھ کر نظر انداز یا ترک کیا جا سکتا ہے۔ ان دونوں کے مابین ہر معاملہ کے خصوصی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے' معنوی تعبیر کا سہارا لے کر توازن قائم رکھنا ضروری ہے' دیکھئے۔

1- **Jesse Cantwell etc. Vs. State of Connecticut 310 U.S. 296**

نیز

2- **Tikamdas and others Vs. Divisional Evacuee Trust Committee, Karachi, PLD, 1968 Kar, 703 (F.B)**

امریکہ کی سپریم کورٹ نے مقدمہ زیر عنوان

Reynolds Vs United States (98. U.S. 145) میں قرار دیا تھا کہ

''کانگریس کو محض رائے کی بنیاد پر قانون سازی کے پورے اختیار سے محروم کر دیا گیا' تاہم کارروائی کرنے کے لیے کھلا چھوڑ دیا گیا جو معاشرتی فرائض کی خلاف ورزی اور اچھے امن و امان میں خرابی پیدا کرنے کے سلسلہ میں درکار ہوتی۔ قوانین' حکومت کے لیے کارروائی کرنے کی غرض سے وضع کیے جاتے ہیں' اور جہاں وہ محض مذہبی عقائد اور آراء' میں مداخلت نہیں کر سکتے' اعمال' میں یقیناً کر سکتے ہیں۔''

مذکورہ بالا نقطہ نظر اپنانے کے بعد سپریم کورٹ نے نارمنوں کے فرقہ میں مروج تعدد ازدواج پر اس بناء پر پابندی لگانے کو حق بجانب سمجھا کہ ان پر یہ فرض' مذہب کی طرف سے عائد ہوتا تھا' وہ کوئی مذہبی عقیدہ یا رائے نہیں تھی۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مذکورہ بالا پیرا کے آخری حصہ میں ظاہر کی گئی رائے امریکیوں سے مخصوص ہے جہاں مقتدر اعلیٰ عوام ہیں' اللہ تعالیٰ نہیں۔

33- بھارتی سپریم کورٹ نے کمشنر ہندو مذہبی اوقاف مدراس بنام سری لکشمندرا وغیرہ (اے آئی آر 1954 ایس سی 282 صفحہ 291) میں مذکورہ بالا نقطۂ نظر سے ملتے جلتے موقف کو قبول کر لیا جیسا کہ آسٹریلیا کے چیف جسٹس لیتھم نے ایک فیصلہ میں کہا تھا:۔

''مذہب کی حفاظت کے لیے بنایا گیا حکم ایسا نہیں تھا کہ اس کی تعبیر میں اسے مطلق حفاظت سمجھا جاتا اور دستور کی دیگر دفعات سے الگ کر کے جداگانہ طور پر اس کا اطلاق کیا جاتا۔ ان مراعات کا ریاست کے اس اختیار سے سمجھوتہ ہونا چاہیے کہ وہ امن' سلامتی اور منظم بود و باند کو یقینی بنانے کے لیے قوت فرمانروائی کو استعمال کر سکے' جس کے بغیر شہری آزادیوں کی دستوری

ضمانت ایک مذاق بن کے رہ جائے گی۔''

34- فیصلہ کے صفحہ 127 پر ذیل کی رائے کا اظہار کیا گیا ''ریاست ہائے متحدہ میں اس دفعہ سے جو مسائل پیدا ہوئے' انہیں بڑی حد تک یہ قرار دے کر حل کر دیا گیا کہ مذہب کی حفاظت کے لیے بنائی گئی دفعہ مطلق نہیں ہے' جس کی تعبیر اور اطلاق کو دستور کی دوسری دفعات سے الگ تھلگ کیا جا سکے۔'' سپریم کورٹ نے تقریر کی آزادی' پریس کی آزادی اور مذہبی آزادی کے متعلق دستور میں دی گئی ضمانت کے حوالہ سے/ Jones Vs. Opelika (1942) 316 U.S. 584 میں کہا تھا:

''یہ حقوق مطلق نہیں ہیں' جن کو ان دوسری پسندیدہ مراعات سے جدا کر کے استعمال کیا جا سکے' جن کی حفاظت کا اہتمام اسی دستاویز میں کیا گیا ہے۔'' مزید قرار دیا گیا کہ ''ان مراعات کو ریاست کے اس حق سے سمجھوتہ کر لینا چاہیے کہ وہ منظم معاشرت کو یقینی بنانے کے لیے اقتدار اعلیٰ کو استعمال کر سکتی ہے جس کے بغیر شہری آزادیوں کی دستوری ضمانت ایک مذاق بن کے رہ جائے گی۔''

صفحہ 130 پر مزید کہا گیا تھا کہ:

''اس ریاست میں آنے کے بعد ہمیشہ کے لیے تمام انسانوں کو کسی امتیاز یا ترجیح کے بغیر مذہب کی پیروی اور عبادت کرنے کی آزادی حاصل ہو گی۔ تاہم شرط یہ ہے کہ بذریعہ ہذا ضمیر کی جو آزادی عطا کی گئی ہے' اس سے یہ مفہوم مراد نہیں لیا جائے گا کہ اسے عیاشی پر مبنی افعال کا بہانہ بنا لیا جائے یا ایسے کاموں کا جواز بنا لیا جائے جو ریاست کے امن یا سلامتی سے مطابقت نہ رکھتے ہوں۔''

اس سے آگے صفحہ 131 پر کہا گیا ہے:

''جان سٹورٹ مل نے اپنی کتاب "Essay on Liberty" میں آزادی سے متعلق افکار و نظریات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے اور اس موضوع پر اس کی بحث کو' اصول کے دقیع اور وزن رکھنے والے اظہار کے طور پر بڑے پیمانہ پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ مصنف کو وہ امتیاز کرنا پڑا جو "Liberty" اور "Licence" کے الفاظ کے مابین اکثر کیا جاتا ہے' لیکن عملی طور پر اس کا اطلاق کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ اس نے اعتراف کیا کہ آزادی سے یہ مراد نہیں کہ خود کو ہر وہ کام کرنے کی کھلی چھٹی ہے جو اس کے دل میں آئے کیونکہ ایسی آزادی کے معنی ہوں گے کہ امن و امان غارت ہو جائے گا اور آخرکار خود آزادی کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ اس نے آزادی کی حدود کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ''وہ واحد غرض' جس کے لیے انسانوں کو انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر اپنا حق استعمال کرتے ہوئے کسی فرد کے عمل کی آزادی میں

مداخلت کرنے کی اجازت دی گئی ہے' وہ ذاتی تحفظ ہے۔''

اسی صفحہ پر مزید کہا گیا ہے کہ:

''ایسے معمولات اور طرزِ عمل پر پابندی لگانا ریاست کی طرف سے مذہبی آزادی قائم رکھنے کے عین مطابق ہے جو سول حکومت کے قیام سے مطابقت نہ رکھتے ہوں یا معاشرہ کے مسلسل وجود کے لیے ضرر رساں ہوں۔''

35۔ مذکورہ بالا رائے کا اظہار دستور کی دفعہ 116 کی تعبیر و توضیح کرتے ہوئے کیا گیا تھا' جو کہ اس طرح ہے۔'' کامن ویلتھ (ریاست ہائے آسٹریلیا کی مشترکہ حکومت) کسی مذہب کو سرکاری طور پر منوانے یا کسی مذہبی رسم کو نافذ کرنے یا کسی مذہب پر آزادی سے عمل کی ممانعت کرنے کے لیے کوئی قانون نہیں بنائے گی اور حکومت کے تحت کسی عہدہ یا عوامی ٹرسٹ کے لیے کوئی مذہبی ٹیسٹ نہیں لیا جائے گا جو صلاحیت کے طور پر مطلوب ہو۔''

36- محولہ بالا مقدمہ کے صفحہ 155 پر حسب ذیل متعلقہ رائے ملتی ہے۔

''آئینی دفعہ غیر سماجی افعال یا ایسے افعال کا تدارک نہیں کرتی جو خود معاشرہ کے لیے تباہ کن ہوں' جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دستور میں جس مذہبی آزادی و حریت کی ضمانت دی گئی ہے اور تحفظ کا اہتمام کیا گیا ہے' وہ بعض پابندیوں کے تابع ہے' جس کی تشریح کرنا عدالت ہائے قانون کا کام اور فرض ہے اور وہ پابندیاں ایسی ہوتی ہیں جو معاشرہ کے تحفظ کے لیے ضروری اور معاشرتی امن کے مفاد میں ہوں۔''

مذہب کی تعریف:

37- پس یہ جاننا لازم ہے کہ مذہب کیا ہے؟ وہ آزادی کیا ہے جو حکومت کے قانون بنانے اور کارروائی کرنے کے اختیار کو محدود کرتی ہے۔ اہل علم نے اس لفظ کے مختلف مشتقات اور مآخذ بتائے ہیں۔ مذہب نظریات' اعمال اور اداروں کا مرکب و مجموعہ ہوتا ہے' مذہب خدا پر' عالم روحانیت پر اور ایسی دُنیا یا دنیاؤں پر' ایمان کے اظہار و اعلان سے عبارت ہے جو ہماری دنیا سے ماورا ہے۔ آسان مفہوم میں مذہب کا لفظ کسی کے عقیدہ کے بارے میں بولا جاتا ہے' جیسے عیسائیوں کا مذہب عیسائیت' مسلمانوں کا مذہب اسلام' یہودیوں کا مذہب یہودیت اور کیتھولک کا مذہب وغیرہ۔ امریکی سپریم کورٹ نے Davis Vs. Beason 1890 (133) U.S 333 نامی مقدمہ میں مذہب کی حسب ذیل تعریف کی ہے۔'' مذہب کی اصطلاح کسی آدمی کے اپنے خالق کے بارے میں نظریات اور اس کی ذات کے احترام و عقیدت اور اس کی مرضی و منشاء کی

اطاعت اور کردار کے حوالہ سے عائد ہونے والے فرائض سے تعلق رکھتی ہے۔ اسے اکثر کسی خاص فرقہ کے مسلک یا عبادت کے طریقہ سے گڈمڈ کر دیا جاتا ہے۔ تاہم یہ آخر الذکر سے مختلف چیز ہے۔''

38- اس اصطلاح کی پاکستان کے دستور میں اس طرح کی صراحتاً کوئی تعریف نہیں دی گئی' تاہم آرٹیکل 260 (3) کی شق (الف) اور (ب) میں ''مسلم'' اور ''غیر مسلم'' کی جو تعریف کی گئی ہے' اس سے مذہب کے معانی اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ مذکورہ بالا آرٹیکل کی متعلقہ شقیں اس طرح ہیں:

مسلم اور غیر مسلم کی تعریف:

''260۔تعریفات''

(3) دستور اور تمام وضع شدہ قوانین اور دیگر قانونی دستاویزات میں تاوقتیکہ موضوع یا سیاق وسباق میں کوئی امر اس کے منافی نہ ہو۔

(الف) ''مسلم'' سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی وحدانیت و توحید اور رسول اکرم (ﷺ) کی کمل اور غیر مشروط ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہو اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کے طور پر کسی ایسے شخص پر ایمان نہ رکھتا ہو' نہ اسے مانتا ہو' جس نے حضرت محمد (ﷺ) کے بعد نبی کے کسی بھی مفہوم یا تشریح کی رو سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا جو دعویٰ کرے' اور

(ب) ''غیر مسلم'' سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو مسلمان نہ ہو' اور اس میں عیسائی' ہندو' سکھ' بدھ یا پارسی فرقہ سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص' قادیانی یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی فرد یا کوئی بہائی اور شیڈولڈ کاسٹس میں سے کسی ذات سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص شامل ہے۔''

39- اصطلاح ''مذہب'' کی تعریف بھارت' امریکہ یا آسٹریلیا میں سے کسی ملک کے دستور میں درج نہیں۔ تاہم بھارتی سپریم کورٹ نے مقدمہ زیر عنوان **Commissioner H.R.E. Vs. Lakshmindra Swamiar (AIR 1954, S.C.282)** میں اس اصطلاح کی تشریح یوں کی ہے۔

''مذہب افراد یا برادریوں کے عقیدہ سے تعلق رکھنے والا معاملہ ہے' اس کا خدا پرستی سے متعلق ہونا ضروری نہیں۔ ہندوستان میں ایسے معروف مذاہب موجود ہیں مثلاً بدھ مت اور جین مت' جو خدا پر ایمان نہیں رکھتے۔ مذہب کی بنیاد بلاشبہ عقائد یا نظریات کے نظام پر ہوتی ہے

جنہیں اس مذہب کے ماننے والے اپنی روحانی اصطلاح میں ممد ومعاون سمجھتے ہیں۔ تاہم یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ مذہب کی حقیقت' عقیدہ کے بارے میں نظریہ کے علاوہ کچھ نہیں۔ کوئی مذہب اپنے پیروکاروں کے لیے نہ صرف ضابطۂ اخلاق طے کرسکتا ہے بلکہ یہ ایسی رسوم ورواج تقاریب اور عبادت و پرستش کے طریقوں کا تعین بھی کرسکتا ہے جنہیں مذہب کے لازمی اجزاء سمجھا جاتا ہے۔ یہ رسوم اور صورتیں بڑھ کر خوراک اور لباس سے متعلق معاملات کا بھی احاطہ کرسکتی ہیں۔''

40- سپریم کورٹ نے فیصلہ کے پیرا نمبر 19 میں کہا:

''پہلی بات یہ ہے کہ کسی مذہب کے لازمی ارکان کیا ہوتے ہیں' اس کا تعین بنیادی طور پر خود اس مذہب کے نظریات کے حوالہ سے کیا جاتا ہے' اگر ہندو مذہب کے کسی فرقہ کے احکام میں کہا گیا ہو کہ بت کے سامنے خوراک کا نذرانہ دن کے فلاں اوقات میں پیش کیا جائے گا' ایسی وقفہ داری رسوم ایک خاص طریقہ سے اور سال کے ایک خاص دن منانی چاہئیں' یا یہ کہ مقدس کتابوں کو ہر روز پڑھنا چاہیے یا مقدس آگ کو چڑھاوا پیش کرنا' ان تمام معمولات کو مذہب کا جزو سمجھا جائے گا اور محض یہ حقیقت کہ ان پر رقم خرچ ہوتی ہے' ان کو لادینیت پر مبنی نہیں بناسکتی۔''

41- عدالت نے اس بات کا تذکرہ کرنے کے بعد کہ' امریکہ اور آسٹریلیا کی عدالتیں کسی بھی قسم کی پابندی سے پاک' غیر مبہم الفاظ میں مذہب کی آزادی کا اعلان کرچکی ہیں' درج ذیل رائے کا اظہار کیا:

''آرٹیکل 25 اور 26 کی زبان بڑی حد تک صاف ہے' جس سے ہم غیر ملکی استاد کی مدد کے بغیر یہ طے کرسکتے ہیں کہ کون سے امور مذہب کے دائرہ اثر میں آتے ہیں اور کون سے نہیں۔ جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں' ہمارے دستور میں مذہب کی آزادی محض مذہبی عقائد تک محدود نہیں' بلکہ یہ مذہبی معمولات پر بھی ان پابندیوں کے تابع رہتے ہوئے جو خود دستور نے عائد کی ہیں' حاوی ہے۔''

42- اس کے بعد عدالت نے اس سوال کو لیا کہ آیا بعض معاملات مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اور اس سلسلے میں اس نتیجہ پر پہنچی۔ ''یہ معاملات یقیناً مذہب سے متعلق نہیں ہیں اور ان احکام کے جواز کی بابت کیا گیا اعتراض سراسر بے بنیاد لگتا ہے۔'' اسی عدالت نے درگاہ کمیٹی بنام حسین علی (اے آئی آر 1961 ایس سی 1402) میں جو فیصلہ صادر کیا' نمبر 33 میں جسٹس گجندر گاڈکر نے خبردار کرتے ہوئے لکھا:

''اس نکتہ پر بحث کرتے ہوئے ایک انتباہی نوٹ لکھنا اور یہ کہنا بے محل نہ ہوگا کہ زیر بحث معمولات کو مذہب کا ایک جزو قرار دینے کے لیے یہ ضروری ہے کہ مذکورہ مذہب میں انہیں

اس مذہب کے لازمی ارکان اور اجزائے تکمیلی سمجھا جاتا ہو' ورنہ لادینی معمولات کو بھی' جو کہ مذہب کا لازمی اور تکمیلی جز نہیں' مذہبی روپ دیا جا سکتا ہے اور یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ انہیں مذہبی معمولات سمجھا جائے۔ اسی طرح ایسے معمولات بھی ہیں چاہے وہ مذہبی ہوں' جو محض وہمی عقائد کی بنیاد پر وجود میں آئے ہیں اور اس مفہوم میں وہ غیر متعلقہ اور غیر ضروری ہیں تاوقتیکہ ایسے معمولات کسی مذہب کا لازمی اور تکمیلی جز و ثابت نہ کیے جائیں' ان کے تحفظ کے بارے میں دعویٰ کا احتیاط سے جائزہ لینا ہوگا۔ بالفاظِ دیگر یہ تحفظ ایسے مذہبی معمولات تک محدود ہونا چاہیے جو اسی مذہب کے لازمی اور تکمیلی اجزاء ہوں' دوسروں کے لیے نہیں۔''

43- اسی عدالت نے جگدیش آنند بنام پولیس کمشنر کلکتہ (اے آئی آر 1984 ایس سی 51) میں قرار دیا ہے۔

''عدالتوں کو یہ طے کرنے کا اختیار حاصل ہے کہ آیا کسی خاص رسم یا رواج کو کسی مخصوص مذہب کے احکام کی رو سے اس کا لازمی جز و سمجھا جاتا ہے یا نہیں۔''

جیسا کہ ہم غیر ملکوں کی لادینی عدالتوں کے فیصلوں میں دیکھ چکے ہیں کہ اگر چہ مذہبی معمولات کو ''مذہبی آزادی'' کے پردے میں تحفظ فراہم کیا جاتا ہے تاہم اس کے تحت صرف ایسے معمولات آتے ہیں جو مذہب کے لازمی اور تکمیلی ارکان ہوں۔ مزید قرار دیا گیا ہے کہ اس امر کا تعین کرنا عدالتوں کا کام ہے کہ آیا کوئی خاص عمل مذہب کا لازمی اور تکمیلی جز و ہے یا نہیں؟ معاملہ کی اس نوعیت کے پیش نظر ان معمولات کو اس طرح عدالت کے اطمینان کے لیے مستند مذہبی حوالوں سے اسی طرح بیان کرنا اور ثابت کرنا ہوگا۔

44- اس لیے اپیل کنندگان کو پہلے ان معمولات کی تفصیل بتانی چاہیے تھی جو وہ صد سالہ جشن کے موقع پر ادا کرنا چاہتے تھے' پھر یہ ثابت کرنا چاہیے تھا کہ وہ معمولات ان کے مذہب کے ناگزیر اور تکمیلی اجزاء ہیں۔ اس کے بعد ہی عدالت ایسا اعلان کر سکتی تھی کہ ان معمولات کی ادائیگی میں متنازعہ حکم یا انتظامی احکام کے تحت غیر قانونی رکاوٹ ڈالی گئی تھی۔ اپیل کنندگان کو یہ وضاحت کرنی چاہیے تھی کہ القابات وغیرہ اور مختلف تقریبات' جو وہ منانا چاہتے تھے' ان کے مذہب کا جزِ ولاینفک ہیں اور یہ کہ انہیں صرف اعلانیہ یا لوگوں کی نظروں کے سامنے سڑکوں اور گلیوں میں عام مقامات پر ہی منایا جا سکتا ہے۔

45- یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر متنازعہ قانون' قانون سازی کا جائز جز و ہے اور مسئول الیہان نے متنازعہ کارروائی امن وامان کے مفاد میں کی تھی' تو جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ وہ اقدامات بدنیتی سے کیے گئے یا حقیقی جواز کے بغیر تھے' بنیادی حقوق کی پامالی کا سوال

پیدا نہیں ہوسکتا۔ اس نکتے پر لاگو ہونے والے قانون کی عدالتوں میں خاصی تشریح ہو چکی ہے۔ اس لیے ان کا حوالہ دینا فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔

46- چیف جسٹس لاتھم (Latham) نے جیہوواہ (Jehovah) کے گواہوں سے متعلق مقدمہ بعنوان "Adelaide vs. Commonwealth." میں جس کا حوالہ پہلے دیا جا چکا ہے' آسٹریلوی دستور کی دفعہ 116 کے مندرجات کو زیر بحث لاتے ہوئے' جو دیگر باتوں کے علاوہ حکومت کو ''کسی مذہب پر آزادانہ عمل کرنے'' سے روکنے کی ممانعت کرتے ہیں' درج ذیل رائے کا اظہار کیا تھا۔

1- دفعہ 116 اقلیتوں' خصوصاً غیر مقبول اقلیتوں کے مذہب (یا اس کی عدم موجودگی) کا بچاؤ کرتی ہے (صفحہ 124) گو یہ درست ہے کہ اس بات کا تعین کرتے وقت کہ مذہب کیا ہے اور کیا نہیں ہے' لفظ مذہب پر لازماً غور کرنا چاہیے۔

2- دفعہ 116 معمولات کے ساتھ ساتھ عقائد کا تحفظ بھی کرتی ہے۔

3- جہاں تک مذہب پر آزادانہ عمل کا تعلق ہے''آزادانہ'' سے ''کھلی چھٹی'' مراد نہیں ہے۔ آزادی کے تصور کو محض ایک خاص سیاق وسباق میں پرکھا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر آزادانہ تقریر کے یہ معنی نہیں کہ پرہجوم جگہ پر ''آگ آگ'' کا شور مچا کر لوگوں میں اضطراب پھیلا دیا جائے۔ اسی طرح جیسا کہ مختلف امریکی مقدمات سے ظاہر ہے مذہب پر آزادانہ عمل افراد کو ان کے مذہبی عقائد کی بناء پر اختیار نہیں دیتا کہ وہ ملکی قانون کی دھجیاں بکھیر دیں۔

4- ہائیکورٹ اس وقت ثالثی کے فرائض انجام دیتی ہے جب مقننہ کا بنایا ہوا کوئی قانون' مذہبی آزادی میں ناجائز طور پر خلل ڈالتا ہے۔ اس طرح مذہب کی حفاظت کے لیے معاشرہ کو انتشار میں مبتلا کیے بغیر عملی اقدام کی منظوری دینا ممکن ہو جاتا ہے۔''

47- اس لیے عدالت نے قرار دیا کہ جیہوواہ کے گواہوں نے فوجی ذمہ داری کے معنوں میں حکومت سے عدم تعاون کے لیے جو اصول بیان کیا' وہ معاشرہ کے دفاع کے لیے ضرر رساں تھا اور دفعہ 116 نے اسے تحفظ فراہم نہیں کیا' پس وہاں جو اصول وضع کیا گیا وہ یہ ہے کہ سول فرائض عائد کرنے والے قانون کو مذہبی آزادی میں خلل ڈالنے والا قانون نہیں کہا جاسکتا۔

48- جسٹس ہیوز (Hughes) نے بھی مقدمہ بعنوان

Willis Cox Vs. New Hampshire (1941 - 312 U.S 569) میں

اس اصول کو اس طرح بیان کیا ہے۔ ''کوئی قانون جو عام گلیوں کو پریڈ یا جلوس کے لیے استعمال کرنے والے افراد سے تقاضا کرتا ہو کہ اس کے لیے خصوصی اجازت حاصل کریں' کسی مذہبی

عبادت یا مذہب پر عمل میں کوئی خلاف دستور مداخلت تصور نہیں ہوگا' جب اس کا اطلاق ایسے گروہ پر کیا جائے جو مذہبی عقائد پر مشتمل پلے کارڈز اور نشانات اٹھائے ایک قطار میں فٹ پاتھ پر مارچ کر رہا ہو۔''

49- ہم نے مذکورہ بالا نقطۂ نظر کی حمایت میں ایسے ممالک کا حوالہ دیا جو لادین اور معتدل مزاج ہونے کے مدعی ہیں' مذہبی یا کٹر مذہب پرست نہیں ہیں۔ بھارت کی سپریم کورٹ نے محمد حنیف قریشی و دیگران بنام ریاست بہار (اے آئی آر 1958 ایس سی 731) نامی مقدمہ میں انہی اصولوں کا اطلاق کرتے ہوئے قرار دیا کہ بعض قوانین سے جن کے تحت بعض جانوروں کے ذبیحہ پر پابندی لگائی گئی ہے' مسلمانوں کو آرٹیکل 25 کے تحت حاصل بنیادی حقوق کی خلاف ورزی نہیں ہوتی کیونکہ اس دعویٰ کی تائید میں کوئی مواد موجود نہیں کہ بقرعید کے روز مسلمانوں کے لیے گائے کی قربانی کرنا لازمی ہے یا مسلمانوں کے لیے اپنے عقیدہ و نظریہ حیات کے اظہار کے لیے ایسا کرنا اسلام کی رو سے کوئی پسندیدہ بات ہے۔

50- اسی عدالت نے مقدمہ زیرعنوان

Acharya Jagdishwaranandavadhutta etc. Vs. Commissioner of Police, Calcutta. (AIR 1984 S.C. 51) Avadhutta میں قرار دیا تھا کہ

''اگر اس بات کو درست تسلیم کرلیا جائے کہ ''تنداوا'' **(Tandava)** رقص کو آنند مارگ کے ہر پیروکار کے لیے مذہبی حق کے طور پر مقرر کیا گیا ہے' تب بھی اس کا یہ لازمی نتیجہ نہیں نکلتا کہ تنداوا رقص کو عام پبلک میں پیش کرنا مذہبی رسم کا حصہ ہے' پس یہ دعویٰ کہ درخواست گزار کو دستور کے آرٹیکل 25 یا 26 کے مفہوم میں عام گلیوں اور عام مقامات پر ایسا رقص کرنے کا بنیادی حق حاصل ہے' قابل استرداد ہے۔''

51- امریکی عدالتوں نے اسی طرح کی صورتوں کی بابت قرار دیا کہ اس سے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی کے آئینی حق کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ جناب شریف الدین پیرزادہ نے اپنی تصنیف **"Fundamental Rights and Consitutional Remedies in Pakistan" (Edition 1966)** صفحہ 313' 314 اور 317 پر لکھا ہے۔

(i) ''مقدمہ بعنوان **"Hamilton Vs. Board of Regents of University of California." (1934, 293, U.S. 245)** میں طلباء نے سپریم کورٹ سے اپیل کی تھی کہ یونیورسٹی کی طرف سے لازمی فوجی تربیت کے بارے میں بنایا گیا قانون' ان کے مذہبی عقیدہ کے منافی ہے' تو عدالت نے ان کے دعویٰ کو یہ کہتے ہوئے مسترد کردیا کہ

''حکومت پر عوام کی طرف سے یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے اختیارات کے اندر رہتے ہوئے امن وامان قائم رکھنے اور قانون کے نفاذ کو یقینی بنانے کی غرض سے اپنے لیے معقول قوت بہم پہنچائے۔ اسی طرح ہر شہری پر اس کی صلاحیت کے مطابق یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ تمام دشمنوں کے مقابلہ میں حکومت کی مدد اور اس کا دفاع کرے۔''

(ii) بنیادی حقوق کے عذر کو مقدمہ زیر عنوان .Commonwealth Vs Plaisted (1889. 148 Mass, 375) میں مساچوسٹیس کی سپریم کورٹ نے ایسے معاملہ میں مسترد کر دیا تھا جس میں گلیوں کو مذہبی اجتماعات کے لیے استعمال کرنے یا ڈرم بجانے پر قانونا پابندی تھی' حالانکہ وہ بعض تنظیموں مثلاً مکتی فوج کی مذہبی رسم کا ایک حصہ ہوتا ہے۔

(iii) جہاں کوئی قانون کسی شخص سے یہ تقاضا کرے کہ وہ بیمار بچہ کو طبی علاج بہم پہنچائے خواہ وہ والدین کے مذہبی عقائد سے مطابقت نہ رکھتا ہو' تب بھی اس پر عمل کرنا ہوگا۔

(iv) مذہبی آزادی کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ سلوک میں مطلق مساوات برتی جائے' حقیقتاً چرچ آف انگلینڈ کی خصوصی حیثیت کا خیال رکھنا لازمی ہوگا'' دیکھئے ("The United Kingdom" by G.W.Keeton and D.Leoyed, pp. 67-68)

52- مذکورہ بالا موقف سے' جو کہ محولہ بالا ملکوں میں عام پایا جاتا ہے' یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مذہبی آزادی کو امن وامان یا امن عامہ اور سلامتی میں مداخلت کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ یہ موقف اس اصول پر مبنی ہے کہ ریاست کسی کو اپنے حقوق سے استفادہ کرتے وقت دوسروں کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی یا سلب کرنے کی اجازت نہیں دے گی' اور یہ کہ کسی کو اس امر کی چھٹی نہیں دی جاسکتی کہ کسی دوسرے طبقہ کے مذہب کی توہین کرے' نقصان پہنچائے یا بے حرمتی کرے یا ان کے مذہبی احساسات کو مشتعل کرے' یہاں تک کہ امن وامان کا مسئلہ پیدا ہو جائے۔ اس لیے جب کہیں اور جہاں کہیں ریاست یہ باور کرنے کی وجوہ رکھتی ہو کہ امن وامان خراب ہو جائے گا یا دوسروں کے مذہبی جذبات مجروح ہوں گے' جس سے امن وامان کا مسئلہ پیدا ہوسکتا ہے' تو وہ مجاز ہے کہ ایسے کم سے کم انسدادی اقدامات بروئے کار لائے جو قیام امن وامان کے لیے ضروری ہوں۔

53- مسلمانوں کا خیال ہے کہ انگریزی راج کے دوران مسلم معاشرہ میں' احمدیہ جماعت کی تخلیق اس کی نظریاتی سرحدوں پر ایک سنگین اور منظم حملہ ہے' وہ اس تنظیم کو اپنی سلامتی و یک جہتی کے لیے ایک مستقل خطرہ سمجھتے ہیں کیونکہ مسلم معاشرہ کی سماجی و سیاسی تنظیم کی بنیاد اس کے مذہب پر ہے' ایسی صورتحال میں احمدیوں کی طرف سے مذکورہ بالا القابات و اصطلاحات کا

ایسے طریقہ سے استعمال جسے مسلمان اپنی مقدس ہستیوں کی توہین اور بے حرمتی پر محمول کرتے ہیں' وہ امت کے اتحاد و یک جہتی اور قومی امن و سلامتی کے لیے خطرہ ہے جو امن و امان کی صورتحال کا سبب بھی بن سکتا ہے جیسا کہ ماضی میں بارہا ہو چکا ہے۔

احمدیت اقبال کی نظر میں:

54- احمدیت کے بارے میں علامہ اقبال لکھتے ہیں:۔''میں قادیانی تحریک کے بارے میں اس وقت شکوک وشبہات کا شکار ہو گیا' جب نئی نبوت کا دعویٰ جو بانی اسلام کی نبوت سے بھی بڑھ کر ہے' قطعی طور پر پیش کیا گیا اور مسلم دنیا کو'' کافر'' قرار دیا گیا۔ بعد ازاں میرا شک اس وقت عملی بغاوت میں بدل گیا' جب میں نے خود اپنے کانوں سے تحریک کے ایک پیروکار کو پیغمبر اسلام کا ذکر توہین آمیز لہجے میں کرتے سنا۔'' دیکھئے (Thoughts and Reflection of Iqbal (page.297-1973 Edition)

55- امر واقعہ یہ ہے کہ احمدیوں نے باطنی طور پر اپنے بارے میں حقیقی مسلمان برادری ہونے کا اعلان کر رکھا ہے' انہوں نے خود کو اصل امت مسلمہ سے' اس بناء پر الگ کر لیا ہے اور مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں کہ مسلمان' مرزا قادیانی' بانی جماعت احمدیہ' کو پیغمبر اور مسیح موعود کیوں نہیں مانتے۔ یہ عقیدہ خود مرزا صاحب کی ہدایات کے تحت اپنایا گیا ہے' جو برملا کہتا تھا کہ

(الف) ''میری ان کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ مجھے قبول کرتا ہے اور میرے دعویٰ کی تصدیق کرتا ہے مگر رنڈیوں (بدکار عورتوں) کی اولاد جن کے دلوں پر مُہر لگا دی گئی ہے وہ مجھے نہیں مانتے'' (آئینہ کمالات اسلام ص 547' 548)...... (مندرجہ روحانی خزائن' ص 547' 548 ج 5)

ایک ''نبی'' نے جو زبان استعمال کی ہے اور مخاطبوں پر اس کا جو اثر ہو سکتا ہے' وہ قابل غور ہے۔

(ب) ایسی لغو اور بے ہودہ زبان کے استعمال کی اور بھی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں' لیکن ہم صرف ایک اور مثال دینے پر اکتفا کرتے ہیں۔

''دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں۔''

(نجم الہدیٰ از غلام احمد قادیانی' ص 10)...... (مندرجہ روحانی خزائن' ص 53' ج 14)

(ج) مرزا قادیانی کے حوالہ سے اس کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے (جو کہ اس کا بیٹا بھی ہے) بحوالہ ''الفضل'' مورخہ 30 جولائی 1931ء طلباء سے خطاب کرتے

ہوئے مسلمانوں کی مرکزی جماعت کے ساتھ علاقہ و رشتہ کے بارے میں انہیں اس طرح نصیحت کی کہ

''مرزا قادیانی صاحب کے زمانہ سے یہ بحث چلی آرہی ہے کہ آیا احمدیوں کے لیے دینیات کی تعلیم کے مستقل مراکز ہونے چاہئیں یا نہیں۔ ایک نقطۂ نظر اس کے خلاف تھا۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ احمدیوں اور مسلمانوں کے مابین چند اختلافات حضرت صاحب نے دور کر دیئے تھے اور انہوں نے صرف معقولات کی تعلیم دی ہے۔ جہاں تک دوسرے علوم کا تعلق ہے ان کی تعلیم دوسرے اسکولوں میں حاصل کی جا سکتی ہے' دوسرا نقطۂ نظر اس کی حمایت میں تھا۔ پھر خود مرزا صاحب نے اس کی اس طرح وضاحت کی کہ یہ کہنا درست نہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ احمدیوں کا اختلاف محض حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی موت اور بعض دوسرے مسائل پر ہے' ان کے مطابق یہ اختلافات وجود باری تعالیٰ' رسول اکرم ﷺ کی ذات' قرآن' نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ کے بارے میں بھی ہیں۔ پھر انہوں نے ہر ایک نکتہ کو تفصیل سے بیان کیا۔''

(د) ''اللہ کی طرف سے مجھ پر وحی آئی ہے کہ

''جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا' اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا' اور تیرا مخالف رہے گا' وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔'' اشتہار معیار الاخیار' منجانب مرزا قادیانی' ص 8...... (مندرجہ مجموعہ اشتہارات ص 275' ج 3)

(ہ) ''اپنے عقیدت مندوں سے خطاب کرتے ہوئے مرزا صاحب نے کہا:

''پس یاد رکھو کہ جبکہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔'' اربعین نمبر 3' ص 28 حاشیہ...... (مندرجہ روحانی خزائن' ص 417' ج 17)

(و) ''اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ' خدا کا مامور' خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔'' (انجام آتھم' از مرزا قادیانی' ص 62)...... (مندرجہ روحانی خزائن' ص 62' ج 11)

(ز) ''جو میرے مخالف تھے' ان کا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا۔'' (نزول المسیح قادیان' 1909ء ص 4)...... (مندرجہ روحانی خزائن' ص 383 حاشیہ' جلد 18)

(ح) ''جو مجھے نہیں مانتا' وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا اور

رسول کی پیش گوئی موجود ہے۔'' (حقیقت الوحی' 1906ء' ص 163-164)......
(مندرجہ روحانی خزائن' ص 168' جلد 22)

(ط) کہا جاتا ہے کہ کسی نے مرزا صاحب سے جب یہ سوال کیا کہ ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنے میں کیا حرج ہے' جو انہیں کافر نہیں سمجھتے' تو انہوں نے اپنے طویل جواب کے آخر میں کہا:

''ایسے اماموں کی طرف سے ان لوگوں کی بابت طویل اشتہار شائع ہونا چاہیے جو مجھے کافر کہتے ہیں' تب میں انہیں مسلمان سمجھوں گا تاکہ تم ان کی امامت میں نماز پڑھ سکو۔'' (بدر' 24 مئی 1908ء جیسا کہ اسے مجموعہ فتاویٰ احمدیہ' جلد اول ص 307 پر نقل کیا گیا ہے)

(ی) ''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی ہے کہ

''ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا' وہ مسلمان نہیں۔'' (دیکھئے مرزا قادیانی کا خط ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی کے نام' حقیقت الوحی' صفحہ 163)......(مندرجہ روحانی خزائن' ص 167' جلد 22)

(ک) ''اب جو شخص اس صاف فیصلہ کے برخلاف شرارت اور عناد کی راہ سے بکواس کرے گا اور اپنی شرارت سے بار بار کہے گا کہ عیسائیوں کی فتح ہوئی اور کچھ شرم اور حیا کو کام نہیں لائے گا اور بغیر اس کے جو ہمارے اس فیصلہ کا انصاف کی رو سے جواب دے سکے۔ انکار اور زبان درازی سے باز نہیں آئے گا اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔'' (دیکھئے انوار الاسلام از مرزا قادیانی' ص 30)......(مندرجہ روحانی خزائن' ص 31' جلد 9)

56- اسی طرح کی دیگر تحریریں ڈھیروں کی صورت میں موجود ہیں جو نہ صرف مرزا صاحب کے اپنے قلم سے ہیں بلکہ اس کے نام نہاد خلفاء' اور پیروکاروں نے بھی لکھی ہیں جو کسی شک و شبہ کے بغیر ثابت کرتی ہیں کہ وہ مذہبی لحاظ سے اور معاشرتی طور پر مسلمانوں سے ایک الگ اور مختلف برادری ہیں۔

ظفراللہ خاں کا قائداعظم کے جنازہ میں شرکت سے انکار:

57- سر محمد ظفراللہ خاں قادیانی نے پاکستان کا وزیر خارجہ ہوتے ہوئے بابائے قوم قائداعظم کی نماز جنازہ میں شامل ہونے اور انہیں آخری خراج عقیدت پیش کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ اسے غیر مسلم ریاست کا مسلمان وزیر خارجہ یا مسلم ریاست کا غیر مسلم وزیر خارجہ سمجھ لیا جائے۔ (روزنامہ زمیندار' لاہور مورخہ 8 فروری 1950ء)

58- مرزا قادیانی نے اپنے ماننے والوں کو غیر احمدیوں کے ساتھ اپنی بچیوں کے نکاح کرنے اور ان کے ساتھ نماز پڑھنے سے منع کر دیا تھا۔ اس کے بقول مسلمانوں کی بڑی جماعت کو زیادہ سے زیادہ نصاریٰ کی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔

59- مرزا بشیرالدین محمود' مرزا قادیانی کے فرزند اور ''خلیفہ ثانی'' سے منسوب یہ بیان بھی قابل غور ہے:

> ''یہ کہ ایک سفارتکار کی معرفت میں نے انگریز افسر سے درخواست کی کہ پارسیوں اور عیسائیوں کی طرح ہمارے جداگانہ حقوق کا تعین کیا جائے۔ افسر نے جواب دیا کہ وہ اقلیتیں ہیں جبکہ تم ایک مذہبی فرقہ ہو' اس پر میں نے کہا کہ پارسی اور عیسائی مذہبی برادریاں ہیں' اگر انہیں جداگانہ حقوق دیئے جا سکتے ہیں تو ہمیں کیوں نہیں۔''
> (روزنامہ ''الفضل'' قادیان' 13 نومبر 1946ء)

اسلام اور احمدیت میں بعد:

60- پس یہ ظاہر ہے کہ خود احمدیوں کے نزدیک دونوں فرقے یعنی احمدی اور بڑی جماعت بیک وقت مسلمان نہیں ہو سکتے۔ اگر ایک فرقہ مسلمان ہے تو دوسرا یقیناً اسلام سے خارج ہے۔ مزید برآں احمدیوں نے ہمیشہ یہ چاہا کہ انہیں جداگانہ وجود سمجھا جائے اور وہ دوسروں سے علیحدہ اور مختلف حیثیت رکھنے کا دعویٰ کرتے آئے ہیں۔ مسلمانوں کی بڑی جماعت نے کبھی احمدیوں کے شانہ بشانہ کھڑا ہونا پسند نہیں کیا۔ جیسا کہ پہلے نقل کیا گیا' احمدی علیحدہ اور جداگانہ حقوق کے ساتھ اقلیت شمار ہونے کو بھی تیار تھے۔ ایک مذہبی برادری کے طور پر وہ یا تو مسلمانوں کے مخالف ہیں اور ہمیشہ کوشاں رہے ہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ خلط ملط نہ ہوں۔ یا حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے پوری امت مسلمہ کو کافر قرار دیا تاہم ایک اقلیت ہونے کی بناء پر وہ اپنی مرضی مسلط نہیں کر سکے۔ دوسری طرف مسلمانوں کی بڑی جماعت نے جو مرزائیوں کے مذہب کے خلاف' اس کے آغاز ہی سے مہم چلا رہی تھی' ستمبر 1974ء میں ایک فیصلہ کیا اور انہیں آئین کے تحت غیر

مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ یہ کوئی اچانک اور نیا غیر مطلوب فیصلہ نہیں تھا بلکہ ان کی خواہش کے مطابق اقدام تھا۔ صرف سمتیں بدل گئی تھیں' اس لیے' احمدی' قانون اور دستور کی رو سے غیر مسلم ہیں اور ان کی پسند کے مطابق مسلمانوں کے برعکس اقلیت ہیں۔ لہذا انہیں ایسے القابات و اصطلاحات اور شعائر اسلامی کو استعمال کرنے کا کوئی حق نہیں جو مسلمانوں کے لیے مخصوص ہیں اور انہیں بجا طور پر ان کے استعمال سے روکا گیا ہے۔

61- جیسا کہ اوپر دکھایا گیا' پاکستان کے دستور میں احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے' بلاشبہ وہ ایک غیر اہم اقلیت ہیں اور مسلمانوں نے ان کے عقائد کی بناء پر انہیں ملحد سمجھتے ہوئے غیر مسلم قرار دیا ہے۔ جو کچھ اوپر کہا گیا' اس سے قطع نظر' عدالتوں نے اکثریت سے اختلاف کرنے والوں کو نکال باہر کرنے کا اختیار مذہب یا مذہبی فرقہ کی اکثریت کے حق میں تسلیم کیا ہے اور بھارت کی سپریم کورٹ نے ایسی کارروائی کو روکنے والے قانون کو دستور کے منافی قرار دیا تھا۔ اس سلسلے میں سردار سیدنا طاہر سیف الدین بنام ریاست بمبئی وغیرہ (اے آئی آر 1962 ایس سی 853) کا حوالہ دیا جا سکتا ہے جس کے پیرا نمبر 40 میں یہ بھی قرار دیا گیا تھا'' یہ چیز صاف نظر آ رہی ہے کہ جہاں کسی کو دین سے خارج کرنے کی بنیاد' مذہبی وجوہات پر ہو' وہاں کٹر مذہبی عقیدہ یا نظریہ میں ایسی لغزش مذہبی قانون کے تحت (جو مذہبی قانون کے تحت الحاد' عقیدہ سے انحراف یا فرقہ بندی کی طرح ہو) یا کسی معمول کو ترک کرنا جیسے داؤدی بوہرہ فرقے والے اپنے مذہب کا لازمی جزو سمجھتے ہوں' کسی کو مذہب سے خارج کرنے کی بابت اس کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مذہب کی قوت کو برقرار رکھنے کے لیے مذہب کا لازمی جزو ہوتا ہے۔ اس سے لازماً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مذہبی وجوہات پر کسی کو مذہب سے خارج کرنے کے اختیار کا استعمال مذہبی معاملہ میں سربراہ کے ذریعے اس کمیونٹی کی انتظامیہ کا ایک حصہ بن جاتا ہے۔ متنازعہ ایکٹ کے ذریعے یہ کارروائی کی گئی ہے اور برادری کے سربراہ کی حیثیت سے ''داعی'' کا یہ اختیار چھین لیا ہے کہ وہ مذہبی اسباب کی بناء پر بھی کسی کو اپنے مذہب سے خارج نہیں کر سکتا۔ پس یہ واضح طور پر داؤدی بوہرہ برادری کے اس حق میں مداخلت کرتا ہے جو اسے دستور کے آرٹیکل 26 کی شق (ب) کے تحت حاصل ہے۔''

پیرا 41: یہ کہ کسی برادری سے اس کے کسی رکن کا اخراج بلاشبہ اس کے بہت سے شہری حقوق پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس مخصوص مذہبی گروہ کے قبضہ میں بہت سی جائیداد و املاک ہیں اور انہیں خارج کرنے کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ برادری سے خارج کیا گیا شخص' ایسی جائیداد کے حقوق ملکیت سے محروم ہو جائے گا۔ شاید ایسا سوچنا کسی کو اچھا نہ لگے کہ کمیونٹی کے سربراہ کو یہ

اختیار حاصل ہے کہ وہ اس طریقہ سے کسی رکن کے شہری حقوق چھین لے۔ تاہم آرٹیکل 26 (ب) کے تحت دیا گیا حق' شہری حقوق کی حفاظت کے تابع نہیں ہے' آرٹیکل 26 میں لگائی گئی صریح پابندی یہ ہے کہ یہ حق آرٹیکل کی متعدد شقوں کی رُو سے قانونِ عامہ اخلاق اور صحت کے تابع رہتے ہوئے قائم رہے گا۔ عدالت ھذا نے 1958 S.C. M. R. 895 (اے آئی آر 1958 ایس سی 255) میں قرار دیا تھا کہ آرٹیکل 26 (ب) کے تحت دیا گیا حق آرٹیکل 25 کی شق 2 کے بھی تابع ہے۔

62- حتیٰ کہ پریوی کونسل نے بھی حسین علی و دیگران بنام منصور علی و دیگران (اے آئی آر 1948 پی سی 66) میں کسی مذہب کے بڑے حصہ کا ایسا ہی اختیار تسلیم کیا ہے' مذکورہ بالا فیصلہ کے پیرا نمبر 53 میں ججوں نے جو رائے ظاہر کی ہے' اسے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ ''اگلا سوال یہ ہے کہ آیا داعی مطلق کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی کو مرتد قرار دے کر اپنے فرقہ میں سے خارج کر دے۔ بلاشبہ محمدؐ اور اماموں نے ایسا کیا تھا۔ ایسے اختیار کے استعمال کی وجوہات اور اس کے اثرات پر بعد میں غور کیا جائے گا۔ سردست اتنا کہنا ضروری ہے کہ اس برادری میں وقتاً فوقتاً داعی کی طرف سے اس اختیار کے استعمال کی مثالیں موجود ہیں۔''

63- جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا' احمدیوں نے بھی اپنی مرضی سے ہمیشہ یہ چاہا کہ مذہبی اور معاشرتی لحاظ سے ان کی جداگانہ حیثیت ہو' عام حالات میں' انہیں اپنے مقصد کے حاصل ہونے پر خوشی کا اظہار کرنا چاہیے تھا' خصوصاً جب خود آئین نے ان کے لیے اس کی ضمانت دی' ان کی مایوسی و برہمی کا سبب یہ ہے کہ وہ باقی ماندہ مسلمانوں کو کافر قرار دے کر دائرہ اسلام سے خارج کرنا اور اسلام کا دُم چھلا اپنے ساتھ لگائے رکھنا چاہتے تھے۔ پس انہیں شکوہ ہے کہ انہیں ملت اسلامیہ سے غیر منصفانہ طور پر خارج کیا گیا اور غیر مسلم قرار دیا گیا ہے۔ ان کی برہمی اور آزردگی کی وجہ یہ لگتی ہے کہ اب وہ اسلام سے بے خبر اور غیر مسلموں کو اپنے مذہب میں شامل کرنے کی سکیم پر کامیابی سے عمل نہیں کر سکتے۔ شاید یہی وجہ ہو کہ وہ اسلامی القابات واصطلاحات کو غصب کرنا چاہتے ہیں' کلمہ کا اظہار کر کے اور اذان دے کر خود کو مسلمان ظاہر کرنا چاہتے ہیں اور اسلام کے پردہ میں قادیانیت کی تبلیغ واشاعت' کرنے کے خواہش مند ہیں' ایسا لگتا ہے کہ غیر مسلم کا لیبل ان کے عزائم کی راہ میں رکاوٹ بن گیا ہے۔

64- احمدیوں کی اس خواہش نے' کہ مسلمانوں کی جملہ قابل احترام شعائر پر کسی نہ کسی طرح قبضہ کر لیا جائے' اس لیے جنم لیا' کہ وہ اپنے مذہب کو مشکوک انداز اور پیغام کی صورت میں اسلام کے طور پر پھیلانا چاہتے تھے' اس مقصد کے لیے ان کی طرف سے امتناع قادیانیت آرڈیننس کی مخالفت ومزاحمت بالکل قابل فہم بات ہے' بہرحال آئین بھی ان کے راستہ میں

حائل ہے کیونکہ آرڈیننس تو محض دستور کے منشاء اور مقصد کو پورا کرتا ہے۔ اندریں حالات کسی قادیانی کے بارے میں پہلے اس کے عقیدہ کی ملامت کیے بغیر' یہ دعویٰ کرنا' اسے غور وخوض کے لیے پیش کرنا' ظاہر کرنا یا قرار دینا کہ وہ مسلمان ہے نہ صرف آرڈیننس کی صریح خلاف ورزی ہے بلکہ دستور کے بھی منافی ہے اس طرح کے واقعات ماضی میں رونما ہو چکے ہیں اور آئندہ بھی ہو سکتے ہیں اور وہ ماضی کی طرح امن وامان کی سنگین صورتحال پیدا کرنے کا موجب بن سکتے ہیں۔

65- یہ دلیل کہ متنازعہ آرڈیننس مبہم اور غیر منصفانہ حد تک سخت ہے' خود اپیل کنندگان نے اس کی تائید نہیں کی۔ یہاں برمحل حوالہ کے لیے تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298۔سی کو ایک بار پھر نقل کرنا یقیناً کارآمد ہوگا جو کہ اس طرح ہے:

''298۔سی' قادیانی جماعت کے افراد کا خود کو مسلمان کہنا یا اپنے عقیدہ کی تبلیغ و اشاعت کرنا:

قادیانی یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلاواسطہ یا بالواسطہ طور پر خود کو مسلمان ظاہر کرے' یا اپنے عقیدہ کا بطور اسلام حوالہ دے یا موسوم کرے یا اپنے عقیدہ کی تبلیغ واشاعت کرے یا دوسرے لوگوں کو اپنا عقیدہ قبول کرنے کی دعوت دے۔ تحریری یا زبانی الفاظ' ظاہری حرکات یا کسی اور طریقہ سے' خواہ وہ کوئی بھی ہو' مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچائے تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین برس تک ہو سکتی ہیں' نیز وہ سزائے جرمانہ کا مستوجب بھی ہوگا۔''

66- اعتراض بطور خاص اس جملے پر کیا گیا ہے ''خود کو مسلمان ظاہر کرے اور اپنے عقیدہ کو اسلام کے طور پر پیش کرے۔'' بلیک کی قانونی لغت Black's Law Dictionary کے مطابق لفظ "Vague" کے معنی ہیں: غیر واضح' غیر یقینی' سمجھ میں نہ آنے والا' مبہم'' اس اصول کے مطابق کوئی قانون جو کسی شخص کو واضح طور سے یہ نہیں بتاتا کہ کس چیز کا حکم دیا گیا ہے اور کس بات سے منع کیا گیا ہے' وہ دستور کے خلاف' اور ''مناسب طریق عمل'' کے منافی ہے۔ اپیل کنندگان نے بھارتی عدالتوں کے صادر کردہ نیز غلام ضمیر بنام اے۔ بی خوندکر (پی ایل ڈی 1965 ایس سی 156) میں عدالت ھذا کے جس فیصلہ کا حوالہ دیا ہے' وہ اس معاملہ میں متعلقہ نہیں ہیں' دلیل دی گئی کہ جملہ ''جو بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر خود کو مسلمان ظاہر کرے' موسوم کرے یا اپنے عقیدہ کا بطور اسلام حوالہ دے'' بہت ہی وسیع اور پھیلا ہوا ہے۔ انتہائی غیر واضح اور سیماب وش ہے' بہت ہی غیر معین اور غیر یقینی ہے' جسے ہر کوئی سمجھ نہیں سکتا اور پہلے سے یہ

پیش بینی نہیں کر سکتا کہ مقننہ نے کونسے کاموں سے منع کیا ہے' اس لیے اسے قانون نہیں کہا جا سکتا' پس اسے منسوخ کیا جائے۔

67- اس عملی مقولہ کے بارے میں کوئی اختلاف رائے نہیں ہے کہ اگر کوئی قانون مقننہ کے لیے مقرر کردہ حدود سے تجاوز کر جائے یا کوئی قانون کسی بنیادی حق میں مداخلت کرے' یا کوئی قانون خصوصاً فوجداری قانون' مبہم' غیر یقینی یا بہت وسیع ہو' تو اسے اعتراض کی حد تک باطل قرار دے کر منسوخ کر دینا چاہیے۔ بہر حال اپیل کنندگان نے یہ ظاہر یا واضح نہیں کیا کہ ابہام کہاں ہے۔ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے یہ ظاہر کرنا' ان پر لازم تھا کہ جرم کے اجزائے ترکیبی' جیسا کہ وہ قانون میں درج ہیں' اس قدر غیر واضح ہیں کہ معصومانہ اور مجرمانہ طرز عمل کے مابین کوئی خط امتیاز نہیں کھینچا جا سکتا یا اس قانون کی من مانی اور امتیازی تنقید کے نمایاں خطرات موجود ہیں' یا یہ کہ وہ حقیقت میں اتنا مبہم ہے کہ عام آدمی اس کے مفہوم کے بارے میں تو قیاس آرائی کر سکتا ہے' اس کے اطلاق کی بابت اختلاف رائے ظاہر کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

68- ڈکشنری کے مطابق ''Pose'' کے معنی ہیں ''دعویٰ کرنا'' یا کوئی تجویز غور و خوض کے لیے پیش کرنا' موجودہ معاملہ میں قانون کے مخاطب قادیانی یا لاہوری گروپ کے ارکان ہیں۔ وہ عقائد کے حوالہ سے امت مسلمہ کے بڑے حصہ کے ساتھ سنگین اختلافات و تنازعات کا طویل پس منظر رکھتے ہیں۔ ان متنازعہ عقائد پر ہم آگے چل کر بحث کریں گے۔ مجیب الرحمٰن بنام وفاقی حکومت پاکستان و دیگران (پی ایل ڈی 1985 ایف ایس سی 8) نامی مقدمہ اور قادیانیوں کے صد سالہ جشن پر پابندی سے متعلق لاہور ہائیکورٹ کے فیصلہ میں کسی قدر تفصیل سے بحث ہو چکی ہے۔ احمدیوں کا دعویٰ ہے کہ مرزا صاحب خود نبی تھے اور جو ان کی نبوت پر ایمان نہیں رکھتے وہ کافر ہیں۔ احمدی' مرزا صاحب کے متعلقین کے لیے مذکورہ بالا اسماء والقابات وغیرہ' استعمال کا حق محض اس تعلق کی بناء پر جتاتے ہیں اور اسے اسی روشنی میں دیکھنا چاہیے۔ پس یہ شہادتوں کے ذریعے ثابت کیا جانے والا سوال ہے کہ ملزمان نے فی الواقع ایسے القابات و اصطلاحات کا استعمال کیا یا اس کا رویہ اور طرز عمل اس کے مترادف تھا' جو کچھ قانون کا منشاء ہے' اپیل کنندگان بلاشبہ احمدی ہیں اور از روئے آئین غیر مسلم ہیں۔ پس ان کی طرف سے شعائر اسلامی کا استعمال یا تو خود کو مسلمان ظاہر کرنے یا دوسروں کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے یا توہین وتضحیک کرنے کے برابر...... بہر صورت اس حقیقت کو واضح طور پر ثابت کیا جا سکتا ہے کہ وہ خود کو اسی طرح پیش کر رہے تھے۔ پس انہوں نے اس مسئلہ کو نہیں لیا' محض ایسے تنازعہ کو اٹھا رہے ہیں جو ٹھوس بنیاد نہیں رکھتا۔ یہ بات بلا شک وشبہ کہی جا سکتی ہے کہ قانون میں سرے سے کوئی ابہام نہیں ہے۔

69- مجموعۂ تعزیراتِ پاکستان جو کہ بڑی حد تک تعزیراتِ ہند سے ملتا جلتا ہے' کی دفعات 140، 170، 171، 171ڈی' 205، 229اور 416 میں جرم تلبیسِ شخصی (Personation) کا ذکر ہے۔ یہ جرم کسی قدر زیر بحث جرم کے مماثل ہوتا ہے' اور اس کی عبارت پر اس مقدمہ میں اٹھائے گئے اعتراض کو پرکھنے کے لیے غور کیا جا سکتا ہے' دفعہ 140 میں کہا گیا ہے

''جو کوئی حکومت پاکستان کی بری' بحری یا فضائی فوج میں سپاہی' ملاح یا ہوا باز نہ ہو' ایسا لباس پہنے یا ایسا نشان لٹکائے پھرے جسے کوئی سپاہی' ملاح یا ہوا باز پہنتا ہو یا لگاتا ہو تو اسے...... سزا دی جائے گی' اسی طرح دفعہ 171 میں ایسا لباس پہننے یا نشان لیے پھرنے کو جرم قرار دیا گیا جسے سرکاری ملازمین کا کوئی طبقہ پہنتا یا لگاتا ہو' دفعہ 171 (ڈی) کے تحت رائے دہی کے لیے پرچی مانگنے یا کسی دوسرے زندہ یا مردہ شخص کے نام پر ووٹ ڈالنے کو بھی جرم ٹھہرایا گیا ہے۔ ایسی صورت میں محض اس طرز عمل کو شہادت مانا جائے گا۔ دفعہ 205 یکسر مختلف معاملہ سے بحث کرتی ہے' اس میں کہا گیا ہے:

''جو کوئی جھوٹ موٹ کسی اور شخص کا رُوپ دھار کر اس اختیار کردہ کردار میں کوئی اقبال کرے یا بیان دے اسے کوئی ایک سزا.............. دی جائے گی۔ دفعہ 229 میں جیوری کے کسی رکن یا اسیسر کی تلبیسِ شخصی کرنے کو جرم بتایا گیا ہے سب سے آخر میں دفعہ 416 آتی ہے' جس کا تعلق تلبیسِ شخصی کے ذریعے دغا دینے سے ہے' اس میں کسی اور شخص کا رُوپ دھار کر یا اپنے آپ کو کسی دوسرے کا قائم مقام یا اس جیسا ظاہر کر کے دھوکہ دینا شامل ہے۔

70- تعزیراتِ ہند کے نفاذ 1860ء سے لے کر اب تک کسی نے مذکورہ بالا دفعات میں سے کسی کے خلاف اس طرح کا اعتراض نہیں کیا' جیسا کہ اپیل کنندگان نے کیا ہے' اگرچہ یہ دفعات اسی طرح کے موضوع سے معاملہ کرتی ہیں' تاہم ایسی درستی کا دعویٰ نہیں کر سکتیں جیسا کہ اپیل کنندگان مطالبہ کر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ کسی عدالت نے بھی کبھی کسی ابہام یا نقص کی نشان دہی نہیں کی جس سے ان کے انتظام میں کوئی خلل پڑتا ہو' پس مذکورہ بالا جملہ میں ایسی کوئی خامی نہیں ہے۔

71- اس کے برعکس متنازعہ آرڈیننس میں وہ اصل القاب' خطابات اور اصطلاحیں دی گئی ہیں' جن کا تحفظ کرنا مقصود ہے نیز اس سلسلے میں عائد کردہ پابندیاں بیان کی گئی ہیں۔ آرڈیننس میں یہ صراحت بھی کر دی گئی ہے کہ انہیں صرف ایسے افراد یا مواقع کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے' جن کے لیے وہ مقرر و مخصوص ہیں' کسی اور کے لیے نہیں۔ احمدی ان شعائر کی بے حرمتی

کرتے رہے ہیں اور اپنے قائدین و معمولات پر ان کا اطلاق کرتے رہتے ہیں تا کہ لوگوں کو یہ دھوکا دے سکیں کہ وہ بھی اسی مقام و مرتبہ اور صلاحیت کے حامل ہیں۔ احمدیوں کے اس عمل نے نہ صرف معصوم، سادہ اور بے خبر لوگوں کو گمراہ کیا بلکہ پوری مدت کے دوران امن و امان کا مسئلہ پیدا کرتے رہے۔ اس لیے قانون سازی ضروری تھی جو کسی بھی لحاظ سے احمدیوں کی مذہبی آزادی میں دخل نہیں دیتی۔ یہ قانون محض انہیں ایسے القابات و خطابات استعمال کرنے سے روکتا ہے جن پر ان کا کسی قسم کا حق نہیں، از روئے قانون ان پر نئے القابات و اصطلاحات وضع کرنے کی کوئی پابندی نہیں ہے۔

72- ہم اس اعتراض کو بعض غیر ملکی فیصلوں کی روشنی میں بھی پرکھ سکتے ہیں۔ امریکی سپریم کورٹ نے مقدمہ زیر عنوان **(Lanzetta vs. New Jersey 306. U.S. 451, (1939)** میں قرار دیا تھا کہ ابہام ایک آئینی خرابی ہے جو تصوراتی طور پر ضرورت سے زیادہ طویل اور مختلف ہے۔ یہ کہ ضرورت سے زیادہ وسیع قانون میں نہ تو وضاحت کی کمی ہوتی ہے نہ ہی درستی کی اور مبہم قانون کو اس سرگرمی تک پہنچنے کی ضرورت نہیں، جسے پہلی ترمیم کے ذریعے تحفظ فراہم کیا گیا ہے، صحیح راہ عمل کے لحاظ سے اگر کوئی قانون اس قدر مبہم اور غیر واضح ہو کہ:

''عام سمجھ بوجھ کے حامل افراد اس کے مفہوم و معانی کے بارے میں تو قیاس آرائی کر سکیں، لیکن اس کے اطلاق کی بابت متفق نہ ہوں تو وہ قانون باطل اور بے اثر ہے، دیکھئے

(Connally vs. General Construction Co. (1926) 269, U.S 385 - 391)

73- ایسا ابہام اس وقت واقع ہوتا ہے جب کوئی مقننہ قانون سے تحفظ کے اخراج کو ایسے غیر واضح الفاظ میں بیان کرتی ہے کہ گناہ سے پاک اور گناہ آلود طرز عمل کے مابین خط امتیاز کھینچنا قیاس و اندازہ کا کام بن جاتا ہے اور یہ کہ قانون نافذ کرنے والے حکام کی صوابدید کو اس سے وابستہ من مانے اور امتیازی نفاذ کے خطرات کو صریح قانونی معیار کے ذریعے محدود کیا جائے، اس دلیل کو مذکورہ بالا مقدمہ سے کوئی مدد نہیں ملتی کیونکہ اس قانون کے مندرجات آئین اور شعائر اسلام کی روشنی میں بالکل واضح اور صاف لگتے ہیں۔ یہ قانون کسی بھی قانونی مفہوم میں مبہم نہیں ہے، اس چیز پر پہلے تفصیل سے بحث ہو چکی ہے کہ امن و امان کو تحفظ فراہم کرنے والے قانون کو دنیا کے کسی ملک میں ظالمانہ نہیں سمجھا گیا۔ مزید برآں دنیا کا کوئی قانونی نظام کسی کمیونٹی کو خواہ وہ کسی قدر بولنے والی، منظم، خوشحال یا اثر و رسوخ کی مالک کیوں نہ ہو، دوسروں کو ان کے مذہب یا حقوق کے بارے میں دغا دینے، ان کے ورثہ کو ہتھیانے اور قصداً و عمداً ایسے کام کرنے یا تدابیر

اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی جن سے امن وامان کی صورتحال پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔

74- اپیل کنندگان کی دوسری گزارش کہ آرٹیکل 20 میں استعمال کردہ ترکیب "Subject to Law" میں لفظ "Law" سے مثبت قانون مراد ہے' اسلامی قانون نہیں۔ اس سلسلے میں درج ذیل مقدمات پر انحصار کیا گیا ہے جن کی سماعت عدالت ھذا نے کی تھی۔

1- عاصمہ جیلانی کیس۔ پی ایل ڈی 1972 ایس سی۔139

2- بریگیڈیر (ریٹائرڈ) ایف بی علی بنام سرکار پی ایل ڈی 1975 ایس سی 506

3- وفاق پاکستان بنام یونائیٹڈ شوگر ملز لمیٹڈ کراچی' پی ایل ڈی 1977 ایس سی 397

4- فوجی فاؤنڈیشن بنام شمیم الرحمٰن' پی ایل ڈی 1983 ایس سی 457

بہرحال ہمیں اس اعتراض نے قطعاً متاثر نہیں کیا۔

75- اصطلاح ''Positive Law'' سے بلیک کی قانونی لغت کے مطابق وہ قانون مراد ہے جو اصلاً نافذ کیا گیا ہو یا کسی مجاز حاکم نے منظم قانونی معاشرہ کی حکومت کے لیے اختیار کیا ہو۔ پس یہ اصطلاح نہ صرف وضع کردہ قانون پر حاوی ہے بلکہ اختیار کردہ قانون پر بھی' یہ بات قابل غور ہے کہ اوپر جن مقدمات کا حوالہ دیا گیا ہے' ان کے فیصلے آرٹیکل 2-الف کے آئین کا جزو بننے سے پہلے صادر کیے گئے تھے۔ آرٹیکل 2-الف کی عبارت اس طرح ہے:

''2-الف: قرارداد مقاصد مستقل احکام کا حصہ ہوگی۔

ضمیمہ میں نقل کردہ قراردادِ مقاصد میں بیان کیے گئے اصول اور احکام کو بذریعہ ہذا دستور کا مستقل حصہ قرار دیا جاتا ہے اور وہ بجنسہٖ موثر ہوں گے۔''

76- پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار یہ ہوا کہ قراردادِ مقاصد کو جو اس سے پہلے ابتدائیہ کے طور پر ہر دستور کا جزو رہی تھی' 1985ء میں آئین کا موثر حصہ قرار دے کر' اس میں شامل کر لی گئی۔ یہ کسی قانون کے متن کو بذریعہ حوالہ اپنانے کا عمل تھا' جس سے وکلاء بے خبر نہیں۔ ایسا عموماً اس وقت کیا جاتا ہے جب کسی نئے قانونی نظام کی تنفیذ عمل میں آتی ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں ہر مارشل لاء کے نفاذ یا دستوری نظام کی بحالی کے موقع پر ایسا کیا گیا۔ مقننہ نے انگریزی راج کے دوران بھی بعض اسلامی اور دیگر مذہبی رسم ورواج پر مبنی قوانین کو اسی طریقے سے اپنا لیا تھا اور انہیں مثبت قوانین سمجھا گیا تھا۔

77- یہی وہ مرحلہ تھا جب عوام کے منتخب نمائندوں نے پہلی بار اللہ تعالیٰ کے اقتدارِ اعلیٰ کو دستور کے مستقل وموثر حصہ اور ان کے لیے واجب التعمیل کے طور پر قبول کر لیا اور یہ عہد کیا کہ وہ محض تفویض کردہ اختیارات کو اللہ کی مقرر کردہ حدود میں رہتے ہوئے استعمال کریں گے' اعلیٰ

عدالتوں کے عدالتی نظرثانی کے اختیار میں بھی توسیع کردی گئی۔

78- سپریم کورٹ نے مذکورہ بالا تبدیلی کا موثر ہونا تسلیم اور قبول کرلیا ہے' جسٹس نسیم حسن شاہ (موجودہ چیف جسٹس) نے پاکستان بنام عوام الناس (پی ایل ڈی 1987 ایس سی 304 کے صفحہ 356 پر) عوامی نمائندوں کے بدلے ہوئے اختیار پر بحث کرتے ہوئے حسب ذیل رائے کا اظہار کیا تھا۔

''چنانچہ جب تک قطعی طور پر یہ ثابت نہ کردیا جائے کہ مقننہ میں بیٹھنے والی مسلمانوں کی جماعت نے کوئی ایسا قانون نافذ کیا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یا سنت نبویؐ یا کسی اصول کی رو سے' جوان کے لازمی مفہوم سے ماخوذ ہو' ممانعت کی گئی ہو' تو کوئی عدالت ایسے قانون کو غیر اسلامی قرار نہیں دے سکتی۔''

79- جسٹس شفیع الرحمٰن نے اس مقدمہ میں اپنا فیصلہ قلمبند کرتے ہوئے آرٹیکل 2-اے (قرار دادِ مقاصد) کی روشنی میں صفحہ 362-361 پر درج ذیل رائے کا اظہار کیا تھا:

''تفویض کردہ اختیار کو مقدس امانت کے طور پر قبول کرنے کے تصور کو' جو کہ سورۃ النساء کی آیت نمبر 58 میں بیان ہوا ہے' غیر متبدل انداز میں اور تضاد کے بغیر وسیع مفہوم دے دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں چونکہ تمام اختیار و اقتدار تفویض کردہ ہے اور اس غرض کے لیے ایک مقدس امانت کی حیثیت رکھتا ہے' اس کے استعمال کی حدود لازماً متعین و مقرر ہونی چاہئیں۔ قرآن حکیم میں بھی اور مغربی و مشرقی دونوں اصولِ فقہ میں تفویض کردہ اختیار سے حسب ذیل خصوصیات وابستہ کی گئی ہیں۔

(i) اسی طرح عطا کردہ اور ریاست کے مختلف حکام بشمول سربراہ حکومت کی طرف سے بطور امانت قبول کیے گئے اختیار کو ایسے استعمال کرنا چاہیے کہ اس سے امانت کے اغراض و مقاصد کی حفاظت ہو سکے' اسے تباہی سے بچایا جاسکے' پایہ تکمیل تک پہنچایا جاسکے اور فروغ دیا جاسکے۔

(ii) ایسا اختیار رکھنے والے کو ایک امین کی طرح ہر سطح پر اور ہر وقت محاسبہ کے لیے تیار رہنا چاہیے' جیسے نظام مراتب میں بالآخر وہ اختیار عطا کرنے والے کو لوٹ جاتا ہے اور دوسری طرف امانت سے استفادہ کرنے والے دونوں تک اس کا فائدہ پہنچتا ہے۔

(iii) اپنا فرض ادا کرنے اور اس عطا کردہ اختیار کو استعمال کرنے میں نہ صرف حقیقی تعمیل ہونی چاہیے بلکہ ضابطہ جاتی دیانتداری بھی ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے۔

80- معاملہ کے اسی پہلو کو سپریم کورٹ نے وفاقِ پاکستان بنام حکومت صوبہ سرحد (پی ایل ڈی 1990 ایس سی 1172) نامی مقدمہ میں صفحہ 1175 پر اس طرح کھول کر بیان کیا ہے:

''قرار دیا جاتا ہے اور ہدایت کی جاتی ہے کہ اگر مطلوبہ قانون 12 ربیع الاول

1411ھ تک وضع یا نافذ نہیں کیا جاتا تو مذکورہ بالا حکم 12 ربیع الاول کو غیر موثر ہو جائے گا۔ خلاء کی اس حالت کے مقابلہ میں اس موضوع پر وضع کردہ قانون' عام اسلامی قانون' قتل و جرح کے جرائم سے تعلق رکھنے والے اسلامی احکام جیسا کہ وہ قرآن وسنت میں درج ہیں' کے بارے میں سمجھا جائے گا کہ وہ اس موضوع پر متعلقہ قانون ہیں' پھر مجموعہ تعزیرات پاکستان اور مجموعہ ضابطہ فوجداری کا ضروری تبدیلیوں کے ساتھ صرف اس طرح اطلاق کیا جائے گا' جیسا کہ پہلے کیا گیا ہے۔''

81- پس یہ بات واضح ہے کہ دستور نے اسلامی احکام کو جیسا کہ وہ قرآن وسنت میں ہیں' منضبط حقیقی اور موثر قانون کے طور پر اپنا لیا ہے' معاملہ کی اس صورت میں اسلامی احکام ہی جیسا کہ وہ قرآن وسنت میں درج ہیں' اب حقیقی قانون کا درجہ رکھتے ہیں۔ آرٹیکل 2-اے' نے اللہ تعالیٰ کے اقتدار اعلیٰ کو موثر اور واجب التعمیل بنا دیا ہے'۔ اسی آرٹیکل کی بدولت قرار داد مقاصد میں درج قانونی احکام اور قانون کے اصول موثر اور آئین کا مستقل حصہ بن گئے ہیں۔ اس لیے انسان کا بنایا ہوا ہر قانون احکام اسلام کے جیسا کہ وہ قرآن وسنت میں مذکور ہیں' مطابق ہونا چاہیے اور آئین میں دیئے گئے بنیادی حقوق بھی اسلامی نظریات وتعلیمات کے منافی نہیں ہونے چاہئیں۔

82- یہ اعتراض بھی کیا گیا کہ دستور کے آرٹیکل 19 میں استعمال کردہ ترکیب ''اسلام کی عظمت'' سے آرٹیکل 20 کی رُو سے دیئے گئے بنیادی حقوق کے بارے میں فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ آرٹیکل 19 جس میں تقریر اور اظہارِ خیال اور پریس کی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے' انہیں معقول پابندیوں کے تابع بناتا ہے جو عظمت اسلام' تہذیب وشائستگی یا اخلاق کے مفاد میں از روئے قانون عائد کی گئی ہیں۔ وہاں جو پابندیاں لگائی گئی ہیں' انہیں کسی دوسرے بنیادی حق پر لاگو نہیں کیا جا سکتا اس لیے کسی بنیادی حق میں شامل کوئی چیز جس سے احکام اسلام کی خلاف ورزی ہوتی ہو' لازماً اس کے منافی ہونی چاہیے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اسلامی احکام' جیسا کہ وہ قرآن وسنت میں منضبط ہیں' اقلیتوں کے حقوق کی بھی ایسے تسلی بخش طریقہ سے ضمانت دیتے ہیں کہ کوئی نظام قانون اس کے برابر کوئی چیز پیش نہیں کرتا۔ مزید یہ کہ کوئی قانون ان میں زبردستی مداخلت نہیں کر سکتا۔

83- یہ کہنا درست نہیں کہ آرڈیننس میں اذان کا ذکر نہیں' جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298 (ب) کی ذیلی دفعہ (2) کلیتًا اس کے لیے وقف کی گئی ہے' آرڈیننس کی روشنی میں احمدیوں کی طرف سے کلمہ کے استعمال کے متعلق دفعہ 298 (ج) سے رجوع کیا جا سکتا ہے' کلمہ ایک اقرار نامہ ہے جسے پڑھ کر غیر مسلم اسلام کے دائرہ میں داخل ہوتا

ہے' یہ عربی زبان میں ہے اور مسلمانوں کے لیے خاص ہے' جو اسے نہ صرف اپنے عقیدہ کے اظہار کے یے پڑھتے ہیں بلکہ روحانی ترقی کے لیے بھی اکثر اس کا ورد کرتے ہیں۔ کلمۂ طیبہ کے معنی ہیں۔ ''خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے رسول ہیں۔'' اس کے برعکس قادیانیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی (نعوذ باللہ) حضرت محمدؐ کا بروز ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب ''ایک غلطی کا ازالہ'' (اشاعت سوم' ربوہ صفحہ 4) میں لکھا ہے:

- ''سورۂ الفتح کی آیت نمبر 29 کے نزول میں محمدؐ کو اللہ کا رسول کہا گیا ہے...... اللہ نے اس کا نام محمد رکھا''۔ (مندرجہ روحانی خزائن' ص 207' جلد 18)
- روزنامہ ''بدر'' (قادیان) کی اشاعت 25 اکتوبر 1906ء میں قاضی ظہور الدین اکمل سابق ایڈیٹر "Review of Religions" کی ایک نظم شائع ہوئی تھی' جس کے ایک بند کا مفہوم اس طرح ہے ''محمد پہلے سے زیادہ شان کے ساتھ ہم میں دوبارہ آ گئے ہیں' جو کوئی محمد کو ان کی مکمل شان کے ساتھ دیکھنے کا متمنی ہو' اسے چاہیے کہ وہ قادیان جائے۔''

''محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے بڑھ کے ہیں اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں''

یہ نظم مرزا صاحب کو سنائی گئی تو اس نے اس پر مسرت کا اظہار کیا۔ (روزنامہ الفضل قادیان' 22 اگست 1944ء)

- علاوہ ازیں ''اربعین'' (جلد 4' صفحہ 17) میں اس نے دعویٰ کیا ہے۔
- ''سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں' اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں۔'' (مندرجہ روحانی خزائن' ص 445-446' جلد 17)
- خطبہ الہامیہ (صفحہ 171) (مندرجہ روحانی خزائن' ص 259' جلد 16) میں' اس نے اعلان کیا:

''جو کوئی میرے اور محمدؐ کے مابین تفریق کرتا ہے' اس نے نہ تو مجھے دیکھا ہے نہ جانا ہے۔''

مرزا قادیانی نے مزید دعویٰ کیا ہے:

- ''میں اسم محمد کی تکمیل ہوں یعنی میں محمد کا ظل ہوں۔'' (دیکھئے حاشیہ حقیقت الوحی' ص 72)...... (مندرجہ روحانی خزائن' جلد 22)
- ''سورۂ الجمعہ (62) کی آیت نمبر 3 کے پیش نظر جس میں کہا گیا ہے۔ (وہی ہے جس نے

اُمیوں کے اندر ایک رسول' خود انہی میں سے اٹھایا جو انہیں' اس کی آیات سناتا ہے' ان کی زندگی سنوارتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے) میں ہی آخری نبی اور اس کا بروز ہوں اور خدا نے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے محمد کی تجسیم بنایا۔''
(دیکھئے ایک غلطی کا ازالہ شائع شدہ از ربوہ' ص 11-10) ...... (مندرجہ روحانی خزائن' ص 212' جلد 18)

- ''میں وہ آئینہ ہوں جس میں سے محمد کی ذات اور نبوت کا عکس جھلکتا ہے۔'' (نزول المسیح' ص 48' شائع شدہ قادیان اشاعت' 1909ء) ...... (دیکھئے ایک غلطی کا ازالہ' ص 8' مندرجہ روحانی خزائن' ص 212' جلد 18)

84- اوپر جو کچھ کہا گیا اس کی روشنی میں مسلمانوں میں اس بات پر عموی اتفاق رائے پایا جاتا ہے کہ جب کوئی احمدی کلمہ پڑھتا ہے یا اس کا اظہار کرتا ہے تو وہ اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ مرزا قادیانی ایسا نبی ہے' جس کی اطاعت واجب ہے اور جو ایسا نہیں کرتا' وہ بے دین ہے' بصورت دیگر وہ خود کو مسلمان کے طور پر پیش کر کے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ آخری بات یہ ہے کہ یا تو وہ مسلمانوں کی تضحیک کرتے ہیں یا اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ کی تعلیمات' صورتحال کی راہنمائی نہیں کرتیں۔ اس لیے جیسی بھی صورتحال ہو' ارتکاب جرم کو ایک نہ ایک طریقہ سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔

85- مرزا قادیانی نے نہ صرف یہ کہ اپنی تحریروں میں رسول اکرمؐ کی عظمت وشان کو گھٹانے کی کوشش کی بلکہ بعض مواقع پر ان کا مذاق بھی اڑایا۔ حاشیہ تحفہ گولڑویہ (صفحہ 165) (مندرجہ روحانی خزائن' ص 263' جلد 17) میں مرزا صاحب نے لکھا کہ:

- ''پیغمبر اسلام اشاعت دین کو مکمل نہیں کر سکے' میں نے اس کی تکمیل کی۔''

ایک اور کتاب میں کہتا ہے:

- ''رسول اکرمؐ بعض نازل شدہ پیغامات کو نہیں سمجھ سکے اور ان سے بہت سی غلطیاں سرزد ہوئیں۔'' (دیکھئے ازالہ الاوہام' لاہوری طبع' ص 346) ...... (مندرجہ روحانی خزائن' ص 473-472' جلد 3)

اس نے مزید دعویٰ کیا:

- ''رسول اکرمؐ تین ہزار معجزے رکھتے تھے۔'' (تحفہ گولڑویہ' ص 67' مندرجہ روحانی خزائن' ص 153' جلد 17)
- ''جبکہ میرے پاس دس لاکھ نشانیاں ہیں'' (براہین احمدیہ' جلد 5' ص 56' ......

روحانی خزائن' ص 72' جلد 21)

☐ (نشان' معجزہ' کرامت ایک چیز ہے۔ براہین احمدیہ' جلد 5' ص 50' مندرجہ روحانی خزائن' ص 63' جلد 21)

مزید یہ کہ

☐ ''رسول اکرمؐ نصاریٰ کا تیار کردہ پنیر کھاتے تھے جس میں وہ سور کی چربی ملاتے تھے۔'' (الفضل' قادیان' 22 فروری 1924ء)

☐ مرزا بشیر احمد نے اپنی تصنیف ''کلمۃ الفصل'' (صفحہ 113) میں لکھا:

''مسیح موعود کو تو تب نبوت ملی جب اس نے نبوت محمدیہؐ کے تمام کمالات کو حاصل کر لیا اور اس قابل ہو گیا کہ ظلی نبی کہلائے' پس ظلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریمؐ کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا۔''

اس طرح کی اور بہت سی تحریریں موجود ہیں لیکن ہم اس ریکارڈ کو مزید گراں بار نہیں کرنا چاہتے۔

86- ہر مسلمان کا بنیادی عقیدہ ہے کہ وہ ہر نبی کو مانتا اور اس کا احترام کرتا ہے' اس لیے اگر نبی کی شان کے خلاف کچھ کہا جائے تو اس سے مسلمان کے جذبات کو ٹھیس پہنچے گی' جس سے وہ قانون شکنی پر آمادہ ہو سکتا ہے۔ اس کا انحصار جذبات پر ہونے والے حملے کی سنگینی پر ہے۔ ہائیکورٹ کے فاضل جج نے مرزائیوں کی کتابوں سے بہت سے حوالے نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ مرزا قادیانی نے دوسرے انبیائے کرام خصوصاً حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی بھی بڑی توہین کی اور ان کی شان گھٹائی' حضرت عیسیٰؑ کی جگہ وہ خود لینا چاہتا تھا۔ ہم اس سارے مواد کو نقل کرنا ضروری نہیں سمجھتے' صرف دو مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ مرزا قادیانی ایک جگہ رقمطراز ہے:

''جو معجزات دوسرے نبیوں کو انفرادی طور پر دیئے گئے تھے' وہ سب رسول اکرمؐ کو عطا کیے گئے' پھر وہ سارے معجزے مجھے بخشے گئے کیونکہ میں ان کا بروز ہوں یہی وجہ ہے کہ میرے نام آدم' ابراہیم' موسیٰ' نوح' داؤد' یوسف' یونس' سلیمان اور عیسیٰ مسیح ہیں۔''

(ملفوظات جلد سوم' ص 270' شائع شدہ ربوہ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لکھتا ہے:

☐ ''حضرت مسیح کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین نانیاں اور دادیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا''۔ (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ' ص 7...... مندرجہ روحانی خزائن' ص 291' جلد 11)

87- اس کے برعکس اللہ کی پاک کتاب (قرآن حکیم) حضرت عیسیٰ' ان کی والدہ اور خاندان کی بڑائی بیان کرتی ہے۔ دیکھئے سورہ آل عمران (3) کی آیات 33 تا 37' 45 تا 47' سورۂ مریم (19) کی آیات 16 تا 32 کیا کوئی مسلمان قرآن کے خلاف کچھ کہنے کی جسارت کر سکتا ہے اور جو ایسی حماقت کرے' کیا وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے؟ ایسی صورت میں مرزا قادیانی اور اس کے پیروکار کیسے مسلمان ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مرزا قادیانی پر اسی کی مذکورہ بالا تحریروں کی بناء پر توہین مذہب ایکٹ مجریہ 1679ء کے تحت عیسائیت کی توہین کے جرم میں کسی انگریزی عدالت میں ملزم قرار دے کر سزا دی جا سکتی تھی' مگر ایسا نہیں کیا گیا۔

88- جہاں تک رسول اکرمؐ کی ذات گرامی کا تعلق ہے' مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے:

''ہر مسلمان کے لیے جس کا ایمان پختہ ہو' لازم ہے کہ وہ رسول اکرمؐ کے ساتھ اپنے بچوں' خاندان' والدین اور دُنیا کی ہر محبوب ترین شے سے بڑھ کر پیار کرے۔'' (صحیح بخاری کتاب الایمان' باب حب الرسول من الایمان)

کیا ایسی صورت میں کوئی کسی مسلمان کو موردِ الزام ٹھہرا سکتا ہے اگر وہ ایسا توہین آمیز مواد جیسا کہ مرزا صاحب نے تخلیق کیا ہے سننے' پڑھنے یا دیکھنے کے بعد اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے؟

89- ہمیں اس پس منظر میں احمدیوں کے صد سالہ جشن کی تقریبات کے موقع پر احمدیوں کے اعلانیہ رویہ کا تصور کرنا چاہیے اور اس ردعمل کے بارے میں سوچنا چاہیے' جس کا اظہار مسلمانوں کی طرف سے ہو سکتا تھا۔ اس لیے اگر کسی احمدی کو انتظامیہ کی طرف سے یا قانوناً شعائر اسلام کا اعلانیہ اظہار کرنے یا انہیں پڑھنے کی اجازت دے دی جائے تو یہ اقدام اس کی شکل میں ایک اور رُشدی تخلیق کرنے کے مترادف ہوگا۔ کیا اس صورت میں انتظامیہ اس کی جان' مال اور آزادی کے تحفظ کی ضمانت دے سکتی ہے اور اگر دے سکتی ہے تو کس قیمت پر؟ مزید برآں اگر قادیانیوں کو گلیوں یا جائے عام پر جلوس نکالنے یا جلسہ کرنے کی اجازت دی جائے تو یہ خانہ جنگی کی اجازت دینے کے برابر ہے۔ یہ محض قیاس آرائی نہیں' حقیقتاً ماضی میں بارہا ایسا ہو چکا ہے اور بھاری جانی و مالی نقصان کے بعد اس پر قابو پایا گیا (تفصیلات کے لیے منیر رپورٹ دیکھی جا سکتی ہے) ردعمل یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی احمدی یا قادیانی سر عام کسی پلے کارڈ' بیج یا پوسٹر پر کلمہ کی

نمائش کرتا ہے' یا دیوار یا نمائشی دروازوں یا جھنڈیوں پر لکھتا ہے یا دوسرے شعائر اسلامی کا استعمال کرتا یا انہیں پڑھتا ہے تو یہ اعلانیہ رسول اکرمؐ کے نام نامی کی بے حرمتی اور دوسرے انبیائے کرام کے اسمائے گرامی کی توہین کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب کا مرتبہ اونچا کرنے کے مترادف ہے جس سے مسلمانوں کا مشتعل ہونا اور طیش میں آنا ایک فطری بات ہے اور یہ چیز امن عامہ کو خراب کرنے کا موجب بن سکتی ہے' جس کے نتیجہ میں جان و مال کا نقصان ہوسکتا ہے۔ ایسی صورت حال میں احتیاطی تدابیر بروئے کار لانا لازمی ہے تاکہ امن وامان برقرار رکھا جاسکے اور جان و مال خصوصاً احمدیوں کے نقصان سے بچا جاسکے۔ اس صورت حال میں مقامی انتظامیہ نے جو فیصلے کیے' یہ عدالت انہیں کالعدم نہیں کرسکتی۔ وہ اس معاملے میں بہترین جج ہیں تاوقتیکہ قانون یا حقیقت کے ذریعے اس کے برعکس ثابت نہ کیا جائے۔

90- جس کارروائی کے نتیجہ میں زیر بحث اپیلوں کی سماعت کی نوبت آئی' وہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی طرف سے زیر دفعہ 144 ضابطہ فوجداری کا جاری کردہ حکم ہے۔ ریذیڈنٹ مجسٹریٹ نے احمدیہ جماعت کو' جو ربوہ کی آبادی میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں' ان کے عہدیداروں کے توسط سے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے حکم سے مطلع کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ آرائشی دروازے' بینرز اور لائٹنگ کا سامان ہٹالیں اور اس امر کو یقینی بنائیں کہ آئندہ دیواروں پر اشتہار نہیں لکھے جائیں گے' اپیل کنندگان یہ بات ثابت نہیں کرسکے کہ مذکورہ بالا معمولات اور کام ان کے مذہب کے لازمی تکمیلی ارکان ہیں' حتیٰ کہ صد سالہ تقریبات کے گلیوں اور سڑکوں پر انعقاد کے بارے میں بھی ثابت نہیں کیا جاسکا کہ وہ ان کے مذہب کا لازمی اور ناگزیر جزو تھیں۔

91- اس سوال پر کہ آیا ایسا تقاضا مذہبی آزادی کا حصہ ہے یا نہیں جبکہ وہ عام لوگوں کی سلامتی' قانون اور امن عامہ کے تابع ہو' آسٹریلیا اور امریکہ جیسے ملکوں میں جہاں بنیادی حقوق کو سب سے مقدم سمجھا جاتا ہے' صادر کیے گئے فیصلوں کی روشنی میں پہلے ہی تفصیلی بحث ہوچکی ہے' ہم نے بھارت میں ہونے والے فیصلوں کا حوالہ بھی دیا ہے' کہیں بھی ایسے معمولات کو جو نہ تو مذہب کا لازمی جزو ہیں نہ تکمیلی حصہ' لوگوں کی سلامتی اور امن وامان پر سبقت نہیں دی جاتی' بلکہ مذہب سے متعلق اساسی و بنیادی معمولات کو لوگوں کی سلامتی اور امن و آشتی کی قربان گاہ پر قربان کردیا گیا۔

92- اپیل کنندگان کی طرف سے کہا گیا ہے کہ وہ احمدیہ تحریک کی صد سالہ سالگرہ کی

تقریبات میں دوسری باتوں کے علاوہ شکرانہ کی خصوصی نمازیں ادا کر کے' بچوں میں مٹھائیاں بانٹ کر اور غرباء و مساکین میں کھانا تقسیم کر کے پرامن اور بے ضرر طریقے سے منانا چاہتے تھے' ہمارے سامنے ایسی سرگرمیوں کو نجی طور پر انجام دینے سے روکنے والا کوئی حکم پیش نہیں کیا گیا۔ احمدی دوسری اقلیتوں کی طرح اپنے مذہب پر عمل کرنے میں آزاد ہیں اور ان کے اس حق کو قانون یا انتظامی احکام کے ذریعے کوئی نہیں چھین سکتا۔ بہرحال ان پر لازم ہے کہ وہ آئین و قانون کا احترام کریں اور انہیں اسلام سمیت کسی دوسرے مذہب کی مقدس ہستیوں کی بے حرمتی یا توہین نہیں کرنی چاہیے' نہ ہی ان کے مخصوص خطابات' القابات و اصطلاحات استعمال کرنے چاہئیں نیز مخصوص نام مثلاً مسجد اور مذہبی عمل مثلاً اذان وغیرہ کے استعمال سے اجتناب کرنا چاہیے تاکہ مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچے اور لوگوں کو عقیدہ کے بارے میں گمراہ نہ کیا جائے یا دھوکہ نہ دیا جائے۔

93- ہم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ احمدیوں کو اپنی شخصیات' مقامات اور معمولات کے لیے نئے خطاب' القاب یا نام وضع کرنے میں کسی دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آخر کار ہندوؤں' عیسائیوں' سکھوں اور دیگر برادریوں نے بھی تو اپنے بزرگوں کے لیے القاب و خطاب بنا رکھے ہیں اور وہ اپنے تہوار' امن و امان کا کوئی مسئلہ یا الجھن پیدا کیے بغیر پرامن طور پر مناتے ہیں۔ انتظامیہ جو امن و امان قائم رکھنے اور شہریوں کے جان و مال نیز عزت و آبرو کا تحفظ کرنے کی ذمہ دار ہے' بہرحال مذکورہ بالا اقدار میں سے کسی کو خطرہ لاحق ہونے کی صورت میں مداخلت کرے گی۔

94- یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ فاضل سنگل بنچ نے ایک تفصیلی اور بڑا معقول حکم جاری کیا ہے اور بڑی دانائی اور دیانتداری کے ساتھ متعدد غیر ملکی فیصلوں سے مثالیں دی ہیں' جس سے اس انتہائی حساس غیر مسلم اقلیت (احمدیہ جماعت) میں اعتماد پیدا ہوگا۔ اس لیے ہم ریکارڈ کو مزید وزنی کیے بغیر ان کے استدلال کو بھی قبول کرتے ہیں' پس آرڈیننس کے بارے میں قرار دیا جاتا ہے کہ وہ آئین سے ماورا نہیں ہے جس کے نتیجہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ نہ تو مقدمہ کے حقائق میں دستور کے آرٹیکل 20 کا سہارا لیا گیا ہے نہ ہی اس اپیل کا کوئی میرٹ بنتا ہے' پس یہ اپیل خارج کی جاتی ہے۔

مذکورہ بالا بحث کے نتیجہ میں اس سے متعلقہ اپیلیں بھی نامنظور کی جاتی ہیں۔

دستخط

جسٹس عبدالقدیر چودھری

جسٹس محمد افضل لون

جسٹس ولی محمد خاں

جسٹس سلیم اختر

1- اپیل کنندگان نے دستور کے آرٹیکل 20،19 اور 25 کے تحت اپنے حق کے تحفظ کا دعویٰ اس بنیاد پر کیا ہے کہ از روئے دستور وہ ایک اقلیت ہیں۔ وہ دستور کے معنوں میں خود کو ایک اقلیت اور مسلمانوں سے الگ برادری تسلیم کرتے ہیں۔ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ ان کے ساتھ قانون کے تحت ان دوسری اقلیتوں کے مساوی سلوک ہونا چاہیے' جنہیں تقریر اور اظہار خیال کی آزادی حاصل ہے اور انہیں ان کے مذہب پر عمل' اس کی پیروی اور تبلیغ و اشاعت کرنے کی اجازت ہونی چاہیے' ان کا پہلا دعویٰ آرٹیکل 19 و 25 کے دائرہ میں آتا ہے جبکہ دوسرے دعویٰ کی بنیاد آرٹیکل 20 پر ہے۔

2- قانون ایک ہی طبقہ کے افراد میں معقول درجہ بندی اور امتیاز کی اجازت دیتا ہے' تاہم اس کی معقول تمیز اور اس کا ٹھوس بنیادوں پر استوار ہونا ضروری ہے' اس سلسلے میں' حکومت بلوچستان بنام عزیز اللہ میمن (پی ایل ڈی 1993 ایس سی 314) کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔ قادیانی اپنے عقیدہ اور مذہب کی بنیاد پر جیسا کہ میرے فاضل بھائی جسٹس عبدالقدیر نے تفصیل سے بیان کیا ہے' دیگر اقلیتوں کے مقابلہ میں مختلف پوزیشن رکھتے ہیں۔ اس لیے ان حقائق کو زیر غور لاتے ہوئے اور امن عامہ کو برقرار رکھنے کی غرض سے ضروری سمجھا گیا کہ ان کی درجہ بندی مختلف طریقہ سے کی جائے اور صورت حال سے نمٹنے کے لیے قانون نافذ کیا جائے چونکہ یہ درجہ بندی جائز اور معقول ہے اس لیے متنازعہ قانون آرٹیکل 19 اور 25 سے متصادم نہیں ہے۔

3- جہاں تک آرٹیکل 2 (الف) کے اطلاق کا تعلق ہے' میں حکیم خاں کے مقدمہ (پی ایل ڈی 1992 ایس سی 595) میں بیان کردہ موقف کی تائید کرتا ہوں۔

4- مذہبی آزادی کی ضمانت آرٹیکل 20 میں دی گئی ہے' جس میں مذہب پر عمل کرنے' اس کی پیروی کرنے اور تبلیغ کرنے کا حق شامل ہے۔ آرٹیکل 20 میں اس آزادی کو کنٹرول کرنے والی جو حد مقرر کی گئی ہے' اس کے مطابق یہ آزادی قانون' امن عامہ اور اخلاق کے تابع ہے۔ قانون آرٹیکل 20 پر سبقت نہیں لے جا سکتا' تاہم یہ مذہبی آزادی کا اس طرح تحفظ کرتا ہے کہ اخلاق اور امن عامہ کی حدود کی خلاف ورزی نہ ہو۔ اپیل کنندگان کی طرف سے مذہب کی تبلیغ و اشاعت پر جو کہ دوسری اقلیتوں سے مختلف ہیں اور اپنا مختلف پس منظر اور تاریخ رکھتے ہیں' امن عامہ برقرار رکھنے اور اخلاق کے تحفظ کی غرض سے پابندی لگائی جا سکتی ہے۔ پس

مذہب کی پیروی کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کے حق پر پابندی نہیں لگائی جا سکتی بشرطیکہ وہ ان معمولات کو شعائر اسلام کو اختیار کیے بغیر ایسے طریقہ سے انجام دیں کہ اس سے مسلمانوں کے جذبات مجروح نہ ہوں۔

5- میں اپنے فاضل بھائی جسٹس شفیع الرحمٰن سے اتفاق کرتا ہوں کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298 (ج) کی شق ہائے (الف) (ب) اور (ہ) دستور کے آرٹیکل 20،19 اور 260 (3) سے متصادم نہیں ہیں۔

6- جہاں تک دفعہ 298 (سی) ت پ کی شق ہائے (ج) و (د) کا تعلق ہے، میرے خیال میں وہ آرٹیکل 20 کے خلاف نہیں ہیں، بشرطیکہ قادیانی، احمدی ان پر شعائر اسلام اپنائے بغیر عمل کریں۔

7- پس میں دیوانی اپیل نمبر 149/89 اور 150/89 کو خارج کرتا ہوں اور فوجداری اپیل ہائے نمبر 31- کے تا 35- کے لغایت 1988ء کے بارے میں ماتحت عدالت کو ہدایت کرتا ہوں کہ ان کی از سر نو سماعت کی جائے۔

8- دیوانی اپیل نمبر 412/92 میں دفعہ 144 فوجداری کے پیش نظر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ، ریذیڈنٹ مجسٹریٹ کو زیر دفعہ 144 غیر محدود مدت کے لیے حکم نافذ کرنے کا کوئی اختیار نہیں تھا، اس لیے یہ اپیل جزوی طور پر اس حد تک منظور کی جاتی ہے۔

دستخط

(جسٹس سلیم اختر)

عدالت کا حکم:

عدالت نے کثرت رائے سے قرار دیا ہے کہ مذکورہ بالا تمام اپیلیں خارج کیے جانے کے لائق ہیں اور بذریعہ ہذا خارج کی جاتی ہیں۔

فوجداری اپیل نمبر 31- کے تا 35- کے لغایت 89 کے سزا یافتگان جو اس وقت ضمانت پر ہیں، فوراً حراست میں لے لیے جائیں گے اور انہیں عدالت کی طرف سے دی گئی باقی ماندہ سزا بھگتنی ہوگی۔

دستخط

جسٹس شفیع الرحمٰن

جسٹس عبدالقدیر چودھری

جسٹس محمد افضل لون
جسٹس سلیم اختر
جسٹس ولی محمد خان

اس فیصلہ کا اعلان مورخہ 3 جولائی 1993ء کو بمقام اسلام آباد فاضل جج کے چیمبر میں کیا گیا۔

دستخط
(جسٹس شفیع الرحمٰن)
(1993 SCMR 1718)